خلافت راشدہ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	حق چار یار
شمارہ نمبر ۳۵	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	اپریل ۲۰۲۵ء

مجلہ پشاور

راہ ھدایت

- منکرین حدیث کے شبہات کے جواب میں امام اہل سنت ؒ کا اسلوب استدلال
- شیعہ مذہب بنانے میں یہودیوں کا ہاتھ نیز چار عقائد میں باہمی توافق
- عقائد میں امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کی تقلید کیوں؟
- غیر مقلدین اور جہاد
- مناظرہ اور علمی تنقید: دین کی حفاظت کا ایک ناگزیر زریعہ

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہ ھدایت پشاور

صفحہ	فہرست مضامین

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا محمد محسن طارق الماتریدی صاحب حفظہ اللہ

منکرین حدیث کے شبہات کے جواب میں شیخ القرآن والحدیث
حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسلوب استدلال

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالی نے اس باب میں "انکار حدیث کے نتائج" "شوق حدیث" "مقام ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالی" تالیف فرمائیں۔ ان کتب میں اپنے انداز اور اسلوب میں حدیث میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والوں کا تعاقب کیا گیا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالی کے اس استدلال کا جائزہ پیش کرتے ہیں جو آپ نے منکرین حدیث کے اعتراضات کے ضمن میں اختیار کیا ہے، اور شکوک وشبہات کے ازالہ میں اپنی کتب میں تحریر فرمایا۔ یہاں آپ کے استدلال کو ہم اختصاراً ہی نقل کریں گے۔

اعتراض نمبر 1

چونکہ احادیث یقینی نہیں ظنی ہیں اس لئے یہ دین نہیں قرار پاسکتیں ان کی حیثیت تاریخ کی ہے اور تاریخ تنقید کی حد سے بالا نہیں ہوتی۔

{شوق حدیث (حصہ اول) ص145}

الجواب:

بلا کسی تفصیل کے مطلقا تمام ذخیرہ احادیث کو ظنی قرار دینا خالص ابلیسانہ نظریہ ہے۔ اصولی طور پر حدیث کی دو قسمیں ہیں: ایک خبر متواتر اور دوسری خبر واحد۔ خبر واحد اگرچہ ظن کا فائدہ دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عقائد میں اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ عقیدہ کی بنیاد قطعی ادلہ پر ہے جو قرآن کریم اور خبر متواتر اور اجماع ہیں۔ چنانچہ علامہ تفتازانی صاحب رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ

> "خبر واحد ان تمام شرائط پر مشتمل ہونے کے باوجود بھی جو اصول فقہ میں بیان کی گئی ہیں، ظن کا فائدہ دیتی ہے اور اعتقادات کے باب میں ظن کا کوئی اعتبار نہیں ہے"۔
>
> (شرح العقائد ص 101)

لیکن خبر متواتر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ظنی ہے، قطعی باطل اور سراسر جھوٹ ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی تصریح فرماتے ہیں کہ

"خبر متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے"۔

(شرح نخبۃ الفکر ص10)

اور

"خبر متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے"۔

(توجیہ النظر ص6)

یہ یاد رہے کہ تواتر کی چار قسمیں ہیں۔

"تواترالاسناد، تواتر الطبقة، تواتر توارث، اور تواتر القدر المشترک"۔

(مقدمہ فتح الملہم ص6)

الغرض مطلقا حدیث کو ظنی کہہ کر اس سے گلو خلاصی چاہنا دجل اور تلبیس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

شیخ القرآن والحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالی نے اس باب میں عقلی استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ہر آدمی اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ دنیا میں بیشتر کام ظن کے ماتحت کئے جاتے ہیں، مگر کوئی ظنی کہہ ان کو ترک نہیں کرتا۔ مثلاً شادی کرتے ہیں تو اس کا قطعی طور پر کیا ثبوت ہوتا ہے کہ زوجین تادم حیات زندہ رہیں گے؟ یا ان میں اختلاف کی وجہ سے طلاق کی نوبت نہیں آئے گئ؟ یا مقدمہ میں وکیل کرتے ہیں تو اس کا یقینی طور کیا ثبوت ہوتا ہے کہ وکیل مقدمہ جیت جائے گا؟ یا کسی بیمار کا ڈاکٹر اور حکیم سے علاج کراتے ہیں تو اس کا کیا وثوق ہوتا ہے کہ بیمار تندرست ہوجائے گا اور موت کے چنگل سے بچ جائے گا؟ غرض یہ کہ اصولِ دین اور عقائد کے علاوہ ظنی احکام میں خبر واحد اور ظنی دلیل ہی کافی ہوتی ہے اور اسی پر آج تک امت کا عمل چلا آرہا ہے۔ باقی دینی و دنیوی امور کے فرق کی آڑ لے کر یہ کہنا کہ دنیوی امور میں ظن قابل عمل ہے اور دینی امور میں نہیں تو یہ ایک خالص طفلانہ خیال ہے"۔

(شوق حدیث ص150 / 151)

اعتراض نمبر2

احادیث کی جس قدر کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، بخاری اور مسلم سمیت ان میں ایک بھی حدیث ایسی نہیں ہے جس کے متعلق یہ دعوی کیا جاتا ہو کہ اس کے الفاظ وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے۔ کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہوں، تمام احادیث روایات بالمعنی ہیں۔

(شوق حدیث ص145)

الجواب:

"یہ دعوی کرنا کہ تمام احادیث روایت بالمعنی ہیں، خالص افترا اور سفید جھوٹ ہے۔ بلاشبہ بعض احادیث روایت بالمعنی کے طور پر ہیں جہاں کوئی راوی أو کما قال یا صرف حرف أو سے، یامثلہ یانحوہ یابالمعنی یاوالمعنی واحد وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتا ہو۔ باقی ان کے علاوہ تمام احادیث کے الفاظ بھی وہی ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں۔ خبر متواتر میں قطعیت کے ساتھ اور خبر واحد میں ظنیت کے ساتھ یہ کہنا بجاہے کہ یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں اور بلا کسی قوی عقلی اور نقلی دلیل کے ہر حدیث کے مروی بالمعنی ہونے کا دعویٰ مطلقاً مردود ہے"

(شوق حدیث ص152)

اعتراض نمبر3

ان مجموعوں [صحاح ستہ] میں ایسی باتیں موجود ہیں جو قرآن کے خلاف ہیں جن سے اللہ تعالی کی ذات پر اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی شان میں طعن پایا جاتا ہے جن سے بصیرت اور عقل بغاوت کرتی ہے۔

(شوق حدیث146)

الجواب:

"کوئی صحیح حدیث قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے اگر کسی کو کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کی کسی آیت سے متصادم نظر آتی ہے تو یہ اس کی اپنی فہم کا قصور ہے اس کو اعتراض سے

پہلے اپنے دماغ کا کسی ماہر امراض دماغ ڈاکٹر سے علاج کرالینا چاہیئے۔ ہاں موضوع اور باطل قسم کی روایتوں سے ضرور تصادم ہے مگر اس کا کیا کیجئے کہ ایسی حدیثوں کو حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ تعالی وکثر اللہ تعالی سوادھم نے چھان بین کے بعد ڈھیر پر پھینک دیا اور یہ ان کو اٹھا کرلے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد واعمال کی ان پر بنیاد رکھی ہے لیکن اس سے صحیح احادیث اور حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ تعالی وکثر اللہ تعالی سوادھم پر کیا زد پڑتی ہے؟"

(شوق حدیث ص153)

اعتراض نمبر4

مشہور منکر حدیث تمنا عمادی نے حدیث کے مدون اول ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ تعالی کے بارے میں ایک طویل مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام موصوف عربی نہ تھے بلکہ عجمی تھے اور عجمیوں کا کام اسلام مٹانا تھا۔ لکھتے ہیں:

"اور منافقین عجم نے اپنے مقاصد کے ماتحت جمع احادیث کا کام شروع کرنا چاہا تو انہیں منافقین عجم کے آمادہ کرنے سے اس وقت خود ابن شہاب رحمہ اللہ تعالی کو خیال ہوا کہ ہم حدیثیں جمع کرنا شروع کردیں تو یہ مدینہ بھی پہنچے اور کوفہ بھی اور مختلف مقامات سے حدیثیں حاصل کیں تو پھر بیسویں راویوں کے ساتھ رہے۔ انہیں منافقین عجم کی ایک جماعت نے اپنا رسوخ فی الدین اور ظاہری زہد و تقوی دکھا کر ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالی کو جمع احادیث پر آمادہ کیا"۔

(محمد بن شہاب زہری کی تاریخ از تمنا عمادی طلوع اسلام ستمبر 1990ع ص48)

الجواب:

چونکہ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالی حدیث کے پہلے مدون ہیں اس لئے منکر حدیث تمنا عمادی صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور اس پر صرف کیا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ تعالی عربی النسل ثابت نہ ہوں اور عرب کے باشندہ قرار نہ پائیں اور ان کو عجمی عجمی کہہ کر ان کی کڑی منافقین عجم کے ساتھ جوڑ دی جائے تاکہ حدیث کا سرے سے اعتبار نہ رہے کہ نہ رہے بانس نہ رہے بانسری۔

(شوق حدیث152)

شیخ القرآن والحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ نے رجال کی مستند کتابوں سے ان کا نسب نامہ بیان کیا ہے، لیکن تمنا عمادی کی ستم ظریفی دیکھئے کہ وہ ان تمام حضرات کو منافقین عجم سے تعبیر کرتے ہیں اور امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ کو وضاعین اور کذابین کہتے ہیں اور ان کی اس اہم دینی خدمات کو اور ان کی بلا مدافعت مسلمہ ثقاہت وعدالت کو اپنے خبثِ باطن کی وجہ سے خاک میں ملا رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان کی تحصیل علم کی کاوش 101ھ سے بعد کی ہے۔ عمادی صاحب حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے اساتذہ اور تلامذہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہم جیسی پاکیزہ شخصیتوں کے بارے میں بار بار منافقین عجم کا جملہ بول کر اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالتے ہیں جو ان کے خبث باطن پر دال ہے۔ غرضیکہ عمادی وغیرہ کی ان دجالانہ دسیسہ کاریوں سے نہ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسلمہ شخصیت پر کوئی زد پڑتی ہے اور نہ صحت احادیث پر۔

(ملخص از شوق حدیث ص152 / 153)

اعتراض نمبر5

ڈاکٹر احمد الدین لکھتے ہیں:

"صحاح ستہ قطعی طور پر قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ نیز صحاح ستہ کی باطل روایات نہ حدیث رسول ہیں نہ حکمت، نہ تواتر نہ وحی خفی، نہ تفسیر نہ سوانح حیات، نہ بیان نہ اسوۂ حسنہ، یہ سب بناوٹی کہانی ہے۔ ان روایات کے مصنفین کی مثال یہ ہے کہ جس طرح سامری نے من اثر الرسول کہہ کر بنی اسرائیل کی قوم سے بچھڑے کی پرستش کروائی تھی، اس طرح ان مذکورہ مصنفین نے قال قال رسول اللہ کہہ کر مصنوعی حدیث کی پرستش کروائی ہے"۔

(پیغام توحید از ڈاکٹر حمید الدین ص5)

الجواب:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متصل اور مرفوع حدیثیں حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ وکثر اللہ تعالیٰ سوادھم کے اتفاق واجماع سے صحیح ہیں:

أَمَّا الصَّحِيحَانِ فَقَدِ اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُونَ عَلَى أَنَّ جَمِيعَ مَا فِيهِمَا مِنَ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوعِ صَحِيحٌ بِالْقَطْعِ۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص134)

مفہوم اس کا یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جو بھی متصل مرفوع حدیث ہے، وہ قطعی طور پر صحیح ہے۔

صحاح ستہ کی باقی چار کتابوں (نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ) میں بعض روایات ضعیف بھی ہیں بلکہ بعض موضوع بھی جن کی حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ تعالی نے نشاندہی کر دی ہے، لیکن صحاح ستہ کی صحیح احادیث میں سے کوئی حدیث قرآن کریم کی کسی بھی آیت کریمہ کے ہرگز خلاف نہیں۔ اگر کسی کوتاہ فہم کو کسی حدیث کا قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ سے تضاد نظر آتا ہے تو وہ اس کے اپنے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔ ایسا سطحی قسم کا تعارض تو قرآن کریم کی بعض آیات کریمات کا آپس میں بھی معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر احمد الدین صاحب کا یہ دعویٰ کہ کتب صحاح ستہ قطعی طور پر قرآن مجید کے خلاف ہیں، خالص ہرزہ سرائی اور قطعا جھوٹ اور صریح بہتان ہے اور اسی طرح ان کا صحاح ستہ کی تمام روایات کے بارے میں یہ دعویٰ کہ وہ حدیث رسول نہیں اور باطل روایات ہیں، خالص زندیقانہ اور کافرانہ نظریہ ہے۔ صحیحین کی تمام اور بقیہ کتب اربعہ کی بجز چند روایات کے باقی سب روایات حدیث رسول بھی ہیں اور حکمت وموعظت بھی، وحی بھی ہیں اور قرآن کریم کی تفسیر بھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بھی ہیں اور آپ کی سوانح حیات بھی۔ یہ بناوٹی کہانی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا بہترین اور قابل اعتماد سرمایہ اور ذخیرہ ہے اور اس کا انکار بغیر کسی پاگل یا ملحد کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

(ملخص از شوق حدیث ص159/160)

اعتراض نمبر6

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا ہے اور لکھی ہوئی احادیث کو مٹا دینے کا کلمہ ارشاد فرمایا جیسا کہ حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں ہے

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ، وَحَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ - قَالَ هَمَّامٌ: أَحْسِبُهُ قَالَ: مُتَعَمِّدًا - فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ".

(رواہ مسلم کتاب الزھد والرقائق باب التثبت في الحديث وحكم كتابة العلم3004)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"مجھ سے کچھ (حدیث) مت لکھو، اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہو، وہ اسے مٹا دے۔ اور مجھ سے (حدیث) روایت کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے"–(ہمام نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جان بوجھ کر")–"تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

اس روایت کے 12 متابعات اور 105 شواھد ہیں۔

الجواب:

اگر کتابت حدیث کی نہی سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حدیث حجت نہیں تو یہ استدلال قطعا باطل ہے کیونکہ خود اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہرے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے یہ الفاظ بھی موجود ہیں: "حدثوا عنی ولا حرج" میری حدیثیں بیان کرو اور اس میں قطعا کوئی حرج نہیں ہے بالکل واضح امر ہے کہ اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو آپ حدیث بیان کرنے کا ہرگز حکم نہ دیتے معلوم ہوا کہ آپ کی حدیث بیان کرنا امر مطلوب ہے جواب کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اگر حدیث حجیت نہ ہوتی تو آپ حدیث بیان کرنے کا حکم نہ دیتے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث دین اور حجت نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکِ سنت کو اپنی امت کی فہرست سے کیوں خارج کر دیا ہے؟ اور آپ نے تارک سنت کو ملعون کیوں قرار دیا ہے اور سنت پر عمل کرنے کی اور اس کو مضبوطی سے پکڑنے کی تاکید کیوں فرمائی ہے؟ اور خلافِ سنت کاموں سے پرہیز کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟ کیا معاذ اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین کو اور پوری امت کو ایک غیر دینی یا نری تاریخی بات پر قائم رہنے کی پرزور الفاظ میں تاکید در تاکید فرماتے رہے؟ ہر عقل مند آدمی اسی سے حدیث اور سنت کی اہمیت اور اس کی دینی حیثیت اور اس کی حجت کو بخوبی آسانی سے سمجھ سکتا ہے باقی جس نے میں نہ مانوں کی شرط لگائی ہے تو اس کے لئے اس جہاں

میں سرے سے کوئی علاج ہی نہیں ہے حدیث کو وہی تسلیم کرے گا جس میں اللہ تعالی کی محبت ہو گی اور اس محبت کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو گی اس لیئے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول بر حق کی محبت لازم وملزوم ہیں۔ جب حدیث کی محبت نہیں تو یقین جانئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت بھی نہیں۔

(شوق حدیث ص164)

باقی اس امر کا جواب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا روایت میں احادیث لکھنے سے جو منع فرمایا سو اس کا مطلب یہ کہ کتابت حدیث کی ممانعت اس زمانے کی بات ہے جب تک قرآن کریم کسی ایک نسخہ میں مدون نہیں ہوا تھا بلکہ متفرق طور پر صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس لکھا ہوا تھا دوسری طرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عیہم اجمعین بھی ابھی تک اسلوب قرآن سے اتنے مانوس نہ تھے کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں پہلی نظر میں تمیز کر سکیں، ان حالات میں اگر احادیث بھی لکھی جائیں تو خطرہ تھا کہ وہ قرآن کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں اس خطرہ کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث سے ممانعت فرمادی لیکن جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین اسلوب قرآن سے اچھی طرح واقف ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی اجازت دیدی جس کے متعدد واقعات کتب حدیث میں منقول ہیں۔

1: بخاری کی صحیح روایت ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ، وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُفْدَى، وَإِمَّا أَنْ يُقِيدَ". فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ؛ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِلَّا الْإِذْخِرَ". فَقَامَ أَبُو شَاهٍ ـ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ـ فَقَالَ: اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ".

(صحيح البخاری كتاب اللقطة باب كيف تعرف لقطة اهل مكة2434)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کی فتح عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا:

"بے شک، اللہ تعالی نے مکہ سے ہاتھی (کے لشکر) کو روک دیا تھا، لیکن اپنے رسول اور اہل ایمان کو اس پر قابض کر دیا۔ مکہ میرے سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، اور میرے لئے بھی دن کے ایک لمحے کے لیے حلال کیا گیا، اور میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہیں ہو گا۔ پس اس کا شکار نہ بھگایا جائے، نہ ہی اس کے درخت کاٹے جائیں، اور اس کی گری پڑی چیز کسی کے لئے حلال نہیں، مگر جو اس کا اعلان کرے۔ اور جس کا کوئی قتل کیا جائے، وہ دو میں سے بہتر (انتقام کے) طریقے اختیار کرے؛ یا تو خون بہا لے یا قصاص لے۔"

تو حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا: "سوائے اذخر (گھاس) کے، کیونکہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سوائے اذخر کے۔"

پھر ابو شاہ—جو یمن کے ایک آدمی تھے—کھڑے ہوئے اور کہا: "یا رسول اللہ! میرے لئے اسے لکھوا دیجیے۔"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو شاہ کے لئے لکھ دو۔"

اس روایت کے بھی 12 متابعات ہیں اور 34 شواہد ہیں۔

2: ابو داؤد کی روایت ہے:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُغِيثٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ، وَقَالُوا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ

وَالرِّضَا ؟ فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ فَقَالَ: "اكْتُبْ؛ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ".

(سنن ابي داؤد كتاب العلم باب في كتاب العلم 3646)

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی بات سنتا، اسے لکھ لیا کرتا تھا، کیونکہ میں اسے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن قریش نے مجھے منع کر دیا اور کہا: 'کیا تم ہر وہ بات لکھتے ہو جو سنتے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک انسان ہیں، وہ غصے اور خوشی دونوں حالتوں میں بات کرتے ہیں!' تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ پھر میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لکھو! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس (منہ) سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔"

اس روایت کے 6 متابعات ہیں اور 27 شواہد ہیں۔

3: صحیح بخاری کی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَخِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو؛ فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ.

(صحيح البخاري كتاب العلم باب كتابة العلم113)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین میں سے کوئی ایسا نہیں جو مجھ سے زیادہ احادیث بیان کرتا ہو، سوائے عبد اللہ بن عمرو کے، کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔"

اس روایت کے 8 متابعات اور 25 شواہد ہیں۔

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین میں کتابت حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا لیکن یہ کوششیں

سب انفرادی تھیں اور کتابت حدیث سے ممانعت اک مخصوص وقت میں تھی۔

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالی امام نووی رحمہ اللہ تعالی شارح صحیح مسلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے منع کتابت حدیث کی ایک اور توجیہ ذکر کی ہے کہ

”علی الاطلاق کتابت کسی بھی زمانہ میں ممنوع نہیں ہوئی، بلکہ بعض حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین ایسے کرتے تھے کہ آیات قرآنی لکھنے کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تشریح وتفسیر بھی اسی جگہ لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ صورت بڑی خطرناک تھی، کیونکہ اس سے آیات قرآنی کے التباس کا قوی اندیشہ تھا اس لئے صرف اس صورت کی ممانعت کی گئی تھی، قرآن سے الگ احادیث لکھنے کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔“

(درس ترمذی جلد اول ص37)

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

شیعہ مذہب بنانے میں یہودیوں کا ہاتھ
نیز چار عقائد میں باہمی توافق

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں کی سیاسی عظمت کا سورج عین نصف النہار پر تھا کہ اسی وقت ایک یہودی انتقام بھرا ہوا پروگرام لے کر اسلام کی صفوں میں داخل ہوا۔ اس نے اپنا نام عبد اللہ رکھا اور اپنی تحریک کا آغاز حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی گورنروں کے خلاف پروپیگنڈے سے کیا۔ پھر رفتہ رفتہ صحابہ کرام کے خلاف بھی بولنے لگے۔ تاہم ان لوگوں کی کاروائیاں مسلمانوں میں کچھ سیاسی انتشار سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ ایک مدت تک یہ تحریک زیر زمین چلتی رہی یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری کے نصف آخر میں مسلمانوں میں ایک نئے مذہب نے جنم لیا، اور چوتھی صدی ہجری میں عبد اللہ بن سبا کا پہلا تاریخی تعارف ان الفاظ میں سامنے آیا۔ شیعہ مؤرخ ابو عمرو الکشی (المتوفی 370ھ) اپنی کتاب رجال کشی میں لکھتے ہیں کہ:

ذکر بعض اهل العلم ان عبدالله بن سبا کان یهودیا فاسلم ووالی علیا علیه السلام،وکان اول من اشهر بالقول بفرض امامة علی علیه السلام واظهر البراءة مِن اعدائه وکاشف مخالفیه واکفرهم فمن ههنا قال من خالف الشعیة ان اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیهودیة.

ترجمہ۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ عبد اللہ ابن سبا یہودی تھا اسلام میں داخل ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے لگا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منصوص امامت کی بات کہدی اور آپ کے دشمنوں سے اظہار لاتعلقی کیا اور آپ کے مخالفین سے پردہ اٹھایا اور انکی تکفیر کی۔ اسی جہت سے وہ لوگ جو شیعہ کے خلاف ہوئے کہتے ہیں کہ تشیع اور رفض کی جڑ یہودیوں سے چلی ہے۔

اسی طرح فتح الباری میں پانچویں صدی کے امام ابو المظفر الاسفرائنی کی شہادت بھی موجود ہے۔

وزعم ابو المظفر الاسفرائنی فی الملل والنحل ان الذین احرقهم علی

طائفة من الروافض ادعوا فیہ الالھیة وھم البسائیة وکان کبیرھم عبدالله بن سبا یھودیا فاظھرالاسلام وابتدع ھذہ المقالة۔

یعنی علامہ اسفرائنی نے خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ لوگ جنہیں حضرت علی رضی اللہ نے آگ جلا دیا تھا۔ وہ رافضیوں کا ایک گروہ تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خدائی طاقت کے مدعی تھے وہ سبائی تھے اور ان کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا اس نے اپنے آپکو مسلمان ظاہر کیا اور یہ باتیں گھڑیں۔

(فتح الباری ص100۔26)

تاریخ ابن عساکر میں بھی یہی کچھ ہے:

”کان اصله من الیمن وکان یھودیا فاظھر الاسلام۔“

عبارت میں”وکان یھودیا فاظھر السلام“ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک خفیہ پروگرام سے اسلام کی صفوں داخل ہوا تھا۔

اسی طرح حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ان رجلا یقال له عبدالله بن سبا کان یھودیا فاظھرالاسلام وصار الی مصر فاوحی الی طائفة من الناس کلاما اخترعه من عند نفسه۔

یعنی ایک شخص تھا جیسے عبداللہ بن سبا کہا جاتا تھا وہ یہودی تھا اس نے اپنے آپکو مسلمان کیا اور مصر چلا آیا اور کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے خفیہ طور ان سے کچھ باتیں کیں اور وہ سب باتیں اس کا اختراع تھی۔“

(البدایہ والنھایہ ص167ج7)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی 852ھ) اسکے متعلق لکھتے ہیں:

اخبار عبدالله بن سبا شھرة فی التاریخ ولیست له روایة ولله الحمد وله اتباع یقال لھم السبائیة معتقد االلوھیة علی ابن طالب وقد احرقھم علی بالنار فی خلافته۔

ترجمہ: عبد اللہ ابن سبا کی خبریں تاریخ میں عام ہو چکیں اور اسکی کوئی روایت (حدیث و تاریخ میں) نہیں ہے اسپر خدا کا شکر ہے۔ اسکے پیروکاروں کو سبائی کہا جاتا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی الوہیت کے قائل تھے، حضرت علی رضی اللہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں آگ میں زندہ جلایا۔

(لسان المیزان 290-3)

اسی مفسد یہودی عبد اللہ بن سباء کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلافات ابلنے لگے۔ تاریخی تذکروں میں عبد اللہ بن سبا کو ان نظریات کا مؤجد قرار دیا گیا ہے جن کو دو سو سال بعد شیعوں نے بطور مذہب کے قبول کیا۔ اس سے پہلے یہ لوگ صرف اپنے سیاسی پروپیگنڈے سے پہچانے جاتے تھے۔ پہلی دو صدیوں میں اس فرقے کا کوئی مذہبی وجود نہ تھا۔ سبائی نظریات میں سے چار اہم نظریئے جو شیعہ حضرات کے ہاں بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ مختصراً ہم آپکے سامنے ذکر کریں گے۔ جس سے ہم ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ شیعہ مذہب یہودیوں کی پیداوار ہے۔

عقیدہ نمبر ا: عقیدہ رجعت ہے۔ یعنی بعد از وفات دوبارہ دنیا میں پلٹ کر واپس آنا۔ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرب قیامت کے وقت دوبارہ دنیا میں واپس تشریف لے آئیں گے۔

یاد رہے! یہ عقیدہ عبد اللہ بن سبا یہودی کے محنت کی وجہ سے شیعت میں منتقل ہو کے آیا۔ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (المتوفی 630ھ) لکھتے ہیں:

اخرجه اهل الشام فاتى مصرا فاقام فيهم وقال لهم العجب ممن يصدق ان عيسى يرجع ويكذب ان محمدا يرجع فوضع لهم الرجعة۔

یعنی عبد اللہ ابن سباء کو اہل شام نے نکالا تو یہ مصر آ گیا اور یہاں کافی عرصہ ٹھہرا رہا وہ انہیں کہتا تھا ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس بات کی تصدیق تو کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئینگے اور اس بات کو نہیں مانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آئینگے۔ اس شخص نے ان لوگوں کیلئے عقیدہ رجعت گھڑا۔

(کامل ابن اثیر ص 77 ج 3)

دیکھئے! عبد اللہ ابن سباء کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائینگے آہستہ آہستہ یہ عقیدہ و نظریہ دلوں

میں قرار پکڑ تا گیا شیعوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دنیا میں دوبارہ تشریف لے آئینگے۔ معلوم ہوا شیعہ فرقہ کو بنانے میں یہودیوں کا ہاتھ تھا۔

دوسرا عقیدہ: جو عبداللہ بن سبا یہودی ہی سے شیعت کو ملی ہے وہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی کا کوئی وصی ہوتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ مطلب یہ کہ آپ علیہ السلام کا جانشین حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملنی چاہئے تھی۔ اور یہی عقیدہ عبداللہ بن سباء کا تھا۔

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

ثم قال بعد ذلک انه كان لكل نبی وصی وعلیؑ وصی محمد فمن اظلم ممن لم یجر وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ وان عثمان اخذها بغيرها حق۔

یعنی پھر عبداللہ ابن سبا نے کہا کہ ہر نبی کا کوئی وصی ہوتا ہے اور آپ علیہ السلام کا وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت نافذ نہ ہونے دی۔۔۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو خلافت بلا کسی استحقاق کے لے تھی۔

(کامل ابن اثیر 77ج3)

معلوم ہوا کہ جو عقیدہ عبداللہ ابن سبا کا تھا وہی شیعوں میں منتقل ہو کے آئی۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیعہ مذھب بنانے میں یہودیوں کا بڑا ہاتھ تھا۔

تیسرا عقیدہ: عبداللہ ابن سباء یہودی نے یہ قائم کیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نص پر مبنی ہے اللہ ورسول کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت ملی ہے شوریٰ پر یہ خلافت مبنی نہیں۔ مزید یہ کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معصوم تھے اور جو جانشین رسول ہو وہ معصوم ہوتا ہے شیعہ مذہب میں عصمت آئمہ کا عقیدہ عبداللہ ابن سباء ہی سے آیا۔ علامہ شہرستانی رحمہ اللہ الملل والنحل میں لکھتے ہیں کہ:

هو اول من اظهر القول بالفرض بامامة علیؓ

یعنی عبد اللہ ابن سباء وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت رضی اللہ عنہ کی امامت خدا کی طرف سے مقرر ہونے کی بات کی۔

اور یہی عقیدہ شیعوں کا بھی ہے لہذا یہ کہنے میں ہم حق بجانب ہے کہ شیعہ یہودیوں کے پیداوار ہے۔

چوتھا خطرناک عقیدہ: عبد اللہ ابن سباء کا ایک خطرناک نظریہ یہ تھا کہ اس نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خدا نے حلول کیا ھوا ہے پھر آہستہ آہستہ یہاں تک بڑھا کہ اس نے الوہیت یعنی خدا ہونے کا عقیدہ وضع کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الہ کہا اور آپکی ربوبیت کا اعلان کیا۔ اسی وجہ سے تو انکو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا۔ جیسے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھ چکے ہیں کہ:

وله اتباع يقال لهم السبائية معتقدون االلوهية فى على ابن طالب وقد احرقهم علیؓ بالنار فى خلافته۔

یعنی عبد اللہ ابن سباء کے پیروکاروں کو سبائی کہا جاتا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے آپ نے انہیں اپنے عہد خلافت میں آگ میں ڈال کر جلا دیا تھا۔

(لسان المیزان ص290ج3)

بالکل یہی عقیدہ شیعوں کا بھی ہے۔ یعنی شیعہ حضرات نے یہ عقیدہ عبد اللہ ابن سباء سے لیا ہے اور یہ چاروں عقیدے آج بھی آپکو محمد بن یعقوب الکلینی کی کتاب الکافی میں اور علامہ خمینی کی تصدیق کردہ علامہ مجلسی کی کتب میں نہایت کھلے الفاظ میں ملیں گے۔

یہ چار تو وہ عقیدے ہیں جسکو یہودیوں نے شیعہ مذہب بنانے کیلئے بطور تاسیس کے مقرر کئے ہیں۔ البتہ اسکے علاوہ شیعوں کے اور بھی انتہائی خطرناک ہے گندے عقائد ہیں۔

مزید تفصیل حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، امام اہل السنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب، علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن اسی طرح مولانا منظور نعمانی صاحب اور حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

عقائد میں ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کی تقلید کیوں؟

نام نہاد اہل حدیث اور جماعۃ المسلمین والے ہمیشہ احناف سے کہتے ہیں کہ تم لوگ فروعی مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہو جبکہ عقائد میں امام ابو منصور ماتریدی کی تقلید کرتے ہو کیا کہیں امام صاحب کے عقائد غلط تو نہیں تھے۔

جواب:

مذکورہ اعتراض میں بہترین جہالت نمایاں ہے کیونکہ تقلید اجتہادی فروعی مسائل میں کی جاتی ہے نہ کے عقائد میں۔ بلکہ یہ ہمارے اوپر ایک الزام ہیں ہم عقائد میں کسی کی تقلید نہیں کرتے کیونکہ عقائد تو منصوص، قطعی الثبوت قطعی الدلالت ہوتے ہیں جو چیز منصوصی، قطعی الثبوت قطعی الدلالت ہو ان میں مجتہدین کی تقلید کے بجائے صرف قرآن وسنت اور اجماع کی تقلید کی جاتی ہے۔

ہاں عقائد کے سوا تمام اجتہادی مسائل میں غیر مجتہد کسی امام و مجتہد کی اتباع و تقلید کرتے ہیں۔ جیساکہ علم الصرف، علم النحو، علم الفقہ، علم القراۃ، اصول حدیث واسماء الرجال وغیرہ علوم کے اپنے اپنے مجتہدین ہیں لوگ ان فنون وعلوم میں ہر فن کے مجتہد کی تقلید کرتے ہیں بالکل اسی طرح علم الکلام بھی ایک فن ہے اسکے اپنے اپنے مجتہدین ہیں۔

ہم احناف فن علم الکلام میں ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں نہ کے عقائد میں۔ عقائد اور علم الکلام میں بہت بڑا فرق ہیں، فی الحال تین فرق آپ ملاحظہ فرمالیں۔

پہلا فرق: عقائد اسلام اکثر یہاں میں نے اکثر کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے کہ ایک اصول دین اور ایک اصول اہلسنت پھر ان دونوں کی فروع بھی ہے جو کہ ایک لفظی بحث ہے۔

آتے مقصد کی طرف۔ غیر اجتہادی ہیں یعنی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوا کرتے ہیں۔ ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اِسکے بر عکس علم الکلام کے کلامی مسائل وتفصیلات اجتہادی ہوتے ہیں یعنی مجتہدین علم الکلام یا متکلمین اسلام کے اجتہادات پر مبنی ہوتے ہیں۔

دوسرا فرق: عقائد اسلام قطعی ہوتے ہیں جبکہ علم الکلام کے کلامی مسائل و تفصیلات ظنی ہوتے ہیں۔

تیسرا فرق: عقائد اسلام کا جاننا اور ان پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض عین ہے جبکہ علم الکلام کے کلامی مسائل و تفصیلات کا جاننا ہر مسلمان پر فرض عین نہیں ہے۔

ویسے بھی علم الکلام اور عقائد میں اتنا فرق ہے جیسے کہ حدیث اور اصول حدیث میں۔ حدیث میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں جبکہ اصول حدیث میں ہم محدثین کے پیچھے چلتے ہیں۔ بلکہ اسی طرح عقائد میں ہم قرآن و سنت اور اور اجماع کی تقلید کرتے ہیں جبکہ علم الکلام میں اِس فن کے مجتہدین کی اتباع و تقلید کرتے ہیں۔

رہ گئی یہ بات کہ اُخر احناف فن علم الکلام میں امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کی بجائے امام ابا حنیفہ کی تقلید کیوں نہیں کرتے کہیں امام صاحب رحمہ اللہ کے عقائد کمزور اور غلط تو نہیں تھے کیا؟ تو یہ بھی ایک فضول اور احمقانہ اعتراض ہے۔

مذکورہ اعتراض کے دو جوابات ذکر کئے جائیں گے۔

جواب اول: جس قدر زیادہ اعتراضات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ مجتہدین کے دور کے بعد گمراہ فرقوں نے کئے اتنی شدت سے پہلے اسلامی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئے لہذا پہلے امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ جو کہ فقہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد ہے وہ میدان میں آئے اور پھر انکے بعد امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ جو کہ فقہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کے مقلد ہے میدان میں آئے علم الکلام کے ان دو ائمہ اکرام نے گمراہ فرقوں بالخصوص معتزلہ، باطنیہ، کرامیہ، مشبہ، مجسمہ اور شیعہ وغیرہ کو اسلامی عقائد پر نت نئے اور بے تحاشا اعتراضات کے میدان میں بدترین شکست سے دوچار کیا، یہی وجہ ہے کہ عقائد کی جتنی تشریحات اور تفصیلات امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ اور امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ سے علم الکلام کے توسط سے منقول ہیں اتنی تفصیل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول نہیں ہے۔ اسکی بنیادی وجہ ہے کہ عقائد پر اتنی شدت اور اتنے حملے پہلے ادوار میں نہیں ہوئے اور علم الکلام ان نظریاتی حملوں کے مقابلے میں قرآن و سنت سے ثابت عقائد کی حفاظت کیلئے پھلا بڑھا اور ترقی کی جیسا کہ فن اصول حدیث کی اصطلاحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے بعد وجود میں آئی تو کیا اب کوئی اہل بدعت کہہ سکتا ہے کہ اصطلاحات حدیث میں کسی کی تقلید کرنا ناجائز ہے اور یہ اصطلاحات و اصول غلط ہیں۔

جواب دوم: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر فن کے مجتہدین جدا جدا ہیں جسا کہ اہل بدعت غیر مقلدین اہلسنت والجماعت احناف کی دیکھا دیکھی میں فنِ قرأت کی میدان میں قاری عاصم کوفی رحمہ اللہ کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں۔ جس طرح غیر مقلدین فن حدیث میں دیگر ائمہ حدیث کے اقوال کی اندھی تقلید کرتے ہیں یا جس طرح ائمہ مفسرین کی فن تفسیر میں تقلید کرتے ہیں تو عین اِسی طرح علم الکلام بھی ایک جدا علم و فن ہے جسکے اپنے مجتہدین اور ائمہ کرام ہیں لہذا فن علم الکلام میں انہی کی مجتہدین کی تقلید کی جائیگی تو یہ اعتراض بھی بالکل غلط اور جہالت پر مبنی ہے۔

جب ہر طرف سے لا مذہب حضرات پہ راستے بند ہونے لگتے ہیں تو پھر ایک دوسرے اعتراض کو چھیڑتے ہیں کہ جی المہند علی المفند کی عبارت میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ علمائے دیوبند کی نسبت لکھا ہے اصول و اعتقادیات میں پیرو ہیں امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ اور امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کے۔ اِس عبارت میں اہل بدعت لا مذھب غیر مقلدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں لفظ "اصول و اعتقادیات" مذکور ہے جو اِس بات کی دلیل ہے کہ احناف عقائد میں ان دو ائمہ اکرام کی تقلید کرتے ہیں۔

جواب کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ دیکھیے یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ اہل زبان یا اہل علم و فن بعض اوقات کسی بات کو بیان کرنے میں مجازی الفاظ اشارہ بیان کرتے ہیں تاکہ اظہار مافی الضمیر بہترین انداز میں بیان ہو سکے۔ لہذا اصول و اعتقادیات سے مراد علم الکلام کے اصول و تفصیلات مراد ہیں۔ اگر کوئی جاہل یہ اعتراض کرے کہ اشارتاً یہ مجازی الفاظ استعمال کرنا نامناسب یا ناجائز ہے تو ان احمقوں کا یہ اعتراض پہلے قرآن و حدیث پر وارد ہو گا۔ بعد میں علمائے احناف پر۔

مثلاً صحیح بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے جس میں نوافل کے ذریعے اللہ تعالی کے قرب کے اظہار کیلئے ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کا مجازی معنی کئے بغیر کوئی اہل سنت تو دور کی بات، مسلمان بھی نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ اللہ بندے کا کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اللہ بندے کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے تو اب یہاں مجازی معنی لئے بغیر کوئی احمق اسکا ایسا معنی بیان کر دے کہ وہ مسلمان اور اہلسنت بھی رہے اور معنی بھی حقیقی یعنی غیر مجازی ہو جو کہ ناممکن ہے۔ اسی طرح قران میں بھی کئی مقامات پر اللہ تعالی نے مجازی معنوں میں

کلام کیا ہے (جس کی تفصیل کی یہ جگہ نہیں ہے) تو ثابت ہوا کہ مخاطب اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے کیلئے مجازی الفاظ استعمال کر سکتا ہے۔ لہٰذا اعتراض مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتباع اسلاف نصیب فرمائیں۔ آمین

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

تقلید کے متعلق غیر مقلدین سے پانچ مختصر سنجیدہ سوالات

دنیا کا سارا نظام تقلید ہی کی برکت سے قائم ہے، اگر تقلید نہ ہو تو دنیا جہاں میں کوئی بھی دوسرے سے کسی قسم کا استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس پر تمام مذاہب اربعہ کے علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ہر اس شخص کیلئے تقلید ضروری ہے جس میں اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو۔

بدقسمتی سے غیر مقلدین تقلید کو کار شیطان، بدعت، حرام اور شرک کہتے ہیں۔ غیر مقلدین کو سمجھانے اور خواب غفلت سے جگانے کی خاطر ہم ان سے پانچ سنجیدہ سوالات کریں گے۔

سوال نمبر ۱: اگر واقعی تقلید بدعت اور شرک ہے تو آپ حضرات کوئی ایک ایسی آیت یا حدیث بتائیں جس میں آیا ہو کہ اجتہادی مسائل میں مقلد کیلئے مجتہد کی تقلید کرنا شرک بدعت اور حرام ہے؟ چار پانچ نہ سہی کم از کم ایک ہی آیت یا حدیث بتائیں۔

سوال نمبر ۲: اسماء الرجال کی کتب میں علماء کرام نے راویوں پر دجال، وضاع (یعنی حدیثیں گھڑنے والا) ضعیف اور کذاب جیسے سخت الفاظ کے ساتھ جرح و تنقید کی ہیں۔ بقول آپ حضرات کے کہ تقلید شرک بدعت اور حرام ہے کیا اسماء الرجال کی کتب میں کسی مقلد راوی کے متعلق عرب و عجم میں کسی بھی عالم سے لفظِ مقلد کا جرح موجود ہے؟ اگر کسی کتاب میں ایسی جرح موجود ہو تو برائے مہربانی ہمیں مطلع فرمائیں۔

سوال نمبر ۳: کیا امام بخاری و امام مسلم نے کوئی ایک باب "باب رد التقلید" کے نام سے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے اگر ہے تو حوالہ دیکر ممنون و مشکور ہونے کا موقعہ عنایت فرمائیں۔

سوال نمبر ۴: کیا پورے قرآن میں لفظِ تقلید کا نام لیکر تقلید پہ رد موجود ہے؟ اگر ہے تو کونسے پارے اور رکوع میں ہے۔

سوال نمبر ۵: کسی ایک معتبر عالم کا قول (خیر ہے وہ قول بغیر کسی سند کے) دکھائیں جس نے تقلیدِ محمود کو شرک کہا ہو۔

حافظ محمد ثاقب حنفی الماتریدی صاحب

امام ابو الحسن اشعریؒ کے تین مراحل سے گزرنے اور توبہ کے بعد اپنے مذہب سے رجوع کرنے کا شبہ

بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام ابو الحسن اشعریؒ کی زندگی میں تین مراحل گزرے!

پہلا مرحلہ: اعتزال، جو تقریباً چالیس سال کی عمر تک جاری رہے۔

دوسرا مرحلہ: عبد اللہ بن سعید بن کلاب کی پیروی۔

تیسرا مرحلہ: سلف اور اہل سنت کے عقیدے کی طرف رجوع۔

یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اشاعرہ امام اشعریؒ کی دوسرے مرحلے کی پیروی کرتے ہیں، جب کہ وہ ابن کلاب کے نظریات کے حامل تھے، اور چونکہ ابن کلاب کو اہل سنت میں شمار نہیں کیا جاتا، اس لیے اشاعرہ در حقیقت امام اشعریؒ کے بجائے ابن کلاب کے پیروکار ہیں۔ مزید یہ کہ امام اشعریؒ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں اس عقیدے سے رجوع کر لیا تھا اور اپنی توبہ کے بعد "الابانة" نامی کتاب تصنیف کی تھی، جو ان کے سلفی عقیدے کی دلیل ہے۔

اس شبہے کے جواب میں ہم اسے تین نکات میں تقسیم کریں گے۔

پہلا شبہ: کیا واقعی امام اشعریؒ کی زندگی تین مراحل میں تقسیم ہوتی ہے—اعتزال، ابن کلاب کی پیروی، اور آخر میں اہل سنت والجماعت کی طرف رجوع؟ یہ اس بحث کی بنیادی شق ہے۔

دوسرا شبہ: کیا عبد اللہ بن سعید بن کلاب اہل سنت والجماعت کے منہج پر نہیں تھے؟

تیسرا شبہ: کیا واقعی "الابانة" امام اشعریؒ کی آخری تصنیف ہے اور ان کے آخری عقیدے کی نمائندگی کرتی ہے؟

ان سوالات کے جوابات سے یہ واضح ہو گا کہ یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے یا محض ایک شبہ ہے۔

پہلی شبہ کا جواب: امام اشعری کے تین مراحل سے گزرنے کا دعویٰ

اس شبہ کا رد درج ذیل نکات کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔

یہ محض ایک بے بنیاد دعویٰ ہے۔ یہ دعویٰ کسی مضبوط دلیل یا تاریخی شواہد کے بغیر کیا جاتا ہے۔ کسی بھی

مستند مؤرخ یا عالم نے یہ ذکر نہیں کیا کہ امام اشعری نے تین مراحل میں اپنے عقائد بدلے۔ امام اشعریؒ ایک مشہور اسلامی شخصیت تھے، جن کی علمی حیثیت مسلم ہے، اور ان کی مناظرے کی شہرت بھی عام ہے۔

ایسی معروف ہستی کے بارے میں یہ دعویٰ کہ انہوں نے تین مراحل میں عقائد بدلے، بغیر کسی تاریخی سند کے کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے؟ خاص طور پر جب یہ دعویٰ ایسے افراد کی طرف سے کیا جا رہا ہو جو نہ صرف امام اشعری کے بعد کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ ان کے مسلک کے مخالف بھی ہیں۔

کیا انصاف پسند لوگ محض کسی مخالف کے بے بنیاد گمان کو قبول کر سکتے ہیں، خصوصاً جب اس کے پاس کوئی مضبوط تاریخی دلیل یا مستند حوالہ نہ ہو؟ صرف "الإبانة" کے مطالعے سے کسی نے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ امام اشعری نے اپنے عقائد بدلے، ایک غیر علمی اور غیر منصفانہ طرزِ عمل ہے۔

تاریخی مصادر میں اس نام نہاد رجوع کا کوئی ذکر نہیں

تمام مستند تاریخی کتب، تراجم اور طبقات کی کتابوں میں کہیں بھی اس تین مراحل والے رجوع کا ذکر نہیں ملتا۔ بلکہ تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اشعریؒ معتزلہ سے علیحدگی کے بعد اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کی حمایت میں سرگرم ہو گئے اور اپنی تصانیف، جیسے "الإبانة" وغیرہ، اہلِ حق کے نظریات کے دفاع میں تحریر کیں۔

امام ابو بکر بن فورکؒ فرماتے ہیں:

انتقل الشيخ أبو الحسن علي بن إسماعيل الأشعري رضي الله عنه من مذاهب المعتزلة إلى نصرة مذاهب أهل السنة والجماعة بالحجج العقلية، وصنف في ذلك الكتب

(تبيين كذب المفتري ص/127)

ترجمہ۔ "شیخ ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعریؒ معتزلہ کے مذاہب کو ترک کر کے اہل سنت و الجماعت کے عقائد کے دفاع میں مصروف ہو گئے اور اس پر متعدد کتب تصنیف کیں۔"

ابن خلکان لکھتے ہیں:

هو صاحب الأصول والقائم بنصرة مذهب السنة.... وكان أبو الحسن

أولا معتزليا ثم تاب من القول بالعدل وخلق القرآن في المسجد الجامع بالبصرة يوم الجمعة

(وفيات الأعيان3/284)

ترجمہ۔"وہ اصول کے امام اور اہل سنت کے مسلک کے دفاع کرنے والے تھے... امام اشعری پہلے معتزلی تھے، پھر انہوں نے عدل اور خلق قرآن کے نظریے سے توبہ کی اور بصرہ کی جامع مسجد میں اس کا اعلان کیا۔

امام ذہبی کہتے ہیں:

وبلغنا أن أبا الحسن تاب وصعد منبر البصرة، وقال: إني كنت أقول بخلق القرآن... وإني تائب معتقد الرد على المعتزلة

(سير أعلام النبلاء 15/89)

ترجمہ۔"ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ امام اشعری نے توبہ کی، بصرہ کے منبر پر چڑھ کر کہا: میں پہلے خلقِ قرآن کا قائل تھا... اب میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور معتزلہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہوں۔"

ان تمام شواہد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام اشعریؒ کا صرف ایک ہی حقیقی رجوع تھا: معتزلہ سے اہل سنت کی طرف۔ تین مراحل کا نظریہ محض ایک بے بنیاد دعویٰ ہے، جس کی تائید کسی بھی معتبر تاریخی ماخذ سے نہیں ہوتی۔

دوسری شبہ کا جواب: کیا عبد اللہ بن سعید بن کلاب اہل سنت اور سلف صالحین کے راستے سے منحرف تھے؟

یہ متفقہ بات ہے کہ امام اشعریؒ ابتدا میں عبد اللہ بن سعید بن کلابؒ کے طریقے پر تھے۔ مگر بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ابن کلابؒ اہل سنت اور سلف صالحین کے طریقے پر نہیں تھے، اس لیے انہوں نے یہ تصور گھڑا کہ اشاعرہ ان کی پیروی کرتے ہوئے اہل سنت والجماعت کے مخالف راستے پر چلے، جسے بعد میں امام اشعریؒ نے چھوڑ کر سلفی طریقہ اختیار کر لیا۔

اس شبہ کے جواب میں ہم علمائے کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں، جنہوں نے عبد اللہ بن سعید بن کلابؒ

کے علمی مقام اور اہل سنت سے ان کے تعلق کو واضح کیا ہے۔

ابن قاضی شہبہ کی گواہی

"عبد اللہ بن سعید، ابو محمد، جو ابن کلاب کے نام سے معروف ہیں، بڑے متکلمین میں شمار ہوتے تھے اور اہل سنت میں سے تھے۔ انہی کی اور حارث المحاسبی کی روش پر امام ابو الحسن اشعری نے عمل کیا۔ انہوں نے توحید اور صفات پر کئی کتب تصنیف کیں۔"

(طبقات الشافعية لابن قاضي شهبة 1 / 78)

تاج الدین السبکی کا بیان

تاج السبکی نے لکھا:

"ابن کلاب ہر حال میں اہل سنت میں سے ہیں۔"

(الطبقات 2 /300)

امام ضياء الدين الخطيب الرازي کی شہادت

امام ضياء الدين الخطيب الرازي، جو امام فخر الدین رازی کے والد تھے، نے اپنی کتاب غاية المرام في علم الكلام کے آخر میں ذکر کیا:

"اہل سنت کے متکلمین میں سے، جو مامون کے دور میں تھے، عبد اللہ بن سعید التميمي تھے، جنہوں نے معتزلہ کو مامون کے دربار میں شکست دی اور اپنی فصاحت و بلاغت سے انہیں بے نقاب کیا۔"

ان نصوص سے واضح طور پر یہ ثابت ہوا کہ ابن کلاب سلف اور اہل سنت کے طریقے پر تھے۔

تیسری شبہہ کا جواب: اور وہ یہ ہے کہ امام نے اپنی آخری کتاب الإبانہ میں اپنے مذہب سے رجوع کر لیا تھا۔

اس شبہ کا جواب کئی جہات سے دیا جا سکتا ہے۔

یہ شبہ اہل سنت کے نصوصِ متشابہات سے متعلقہ طریقۂ کار کو غلط اور ناقص فہم پر مبنی ہے۔ اہل سنت کے ہاں متشابہات سے متعلق دو طریقے پائے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم اگلے مبحث میں وضاحت کریں گے۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ نص کو اس کے ظاہر پر تفویض کر دیا جائے اور اس کی تفسیر میں بحث نہ کی جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نص کی تفسیر اور تأویل ایسے صحیح معنی پر کی جائے جو شرعی اصولوں اور ضوابط کے مطابق ہو، اور یہ طریقہ بعض صحابہ کرام اور سلف صالحین نے اختیار کیا ہے۔

امام اشعری رحمہ اللہ نے اپنی کتب میں سلف کے ان دونوں طریقوں کو اپنایا ہے۔ ان کی کتاب الإبانة میں تفویض کا طریقہ نمایاں نظر آتا ہے، جو کہ جمہور سلف صالحین کا مسلک ہے۔ بعض لوگوں نے یہی سمجھا کہ انہوں نے اپنی سابقہ عقیدے کو چھوڑ کر سلف کے عقیدے کی طرف رجوع کر لیا اور ابن کلاب کے نظریات ترک کر دیئے۔

حق بات یہ ہے کہ ابن کلاب جیسا کہ ہم نے ثابت کیا سلف صالحین کے طریقے سے سرے سے ہٹے ہی نہیں تھے، بلکہ وہ خود انہی میں سے تھے اور اہل تفویض کے طریقے پر گامزن تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے انہیں حشویہ (ظاہری نصوص پر اصرار کرنے والے) کہہ کر متہم کیا، کیونکہ وہ بعض متشابہ نصوص کی تاویل میں بحث نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کے بارے میں تسلیم و تفویض پر اکتفا کرتے تھے۔

اسی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ نے ابن کلاب کے بارے میں اس الزام کو رد کیا اور ان کے ترجمے میں فرمایا:

"مراد وہ لوگ ہیں جو آیات و احادیثِ صفات کی تاویل سے گریز کرتے ہیں اور انہیں بغیر کسی تشریح کے اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں، انہیں مفوضہ کہا جاتا ہے۔"

(لسان الميزان 3 /291)

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام اشعری اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کر چکے تھے، ان کے پاس الإبانة ہی وہ واحد دلیل ہے جس پر وہ اپنی رائے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ مگر جب ہم الإبانة کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امام اشعری نے اس میں بھی ابن کلاب کے ہی طریقے کو اپنایا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

"امام اشعری نے اپنی کتاب الإبانة میں ابن کلاب ہی کے طریقے پر عمل کیا۔"

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن کلاب سلف کے طریقے پر تھے، اور امام اشعری اپنی زندگی کے آخری حصے میں بھی انہی کے طریقے پر قائم رہے۔

اس بات کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ بعض حنبلی علماء، خصوصاً بغداد کے حنابلہ، نے الإبانة کو امام اشعری سے تعصب کی بنیاد پر قبول نہیں کیا۔ اگر الإبانة حنابلہ کے نظریے کے مطابق ہوتی، تو وہ اسے رد نہ کرتے۔

مزید برآں، جو الإبانة آج چھپی ہوئی حالت میں دستیاب ہے، اس میں تحریف، کمی بیشی اور بعض مقامات پر الفاظ کی تبدیلی پائی جاتی ہے، لہٰذا اس کتاب میں موجود ہر چیز کو بلا تحقیق امام اشعری کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ وہبی غاوجی نے اپنے کتاب "نظرة علمية في نسبة كتاب الإبانة جميعه إلى الإمام أبي الحسن" میں امام زاہد الکوثری کی کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہے۔ کہ امام کوثریؒ نے تبيين كذب المفتري پر اپنے حاشیے میں جب الإبانة کا ذکر کیا تو فرمایا:

> "یہ کتاب تفویض کے طریقے پر ہے، جس میں مراد کی تعیین سے اجتناب کیا گیا ہے، اور یہی سلف کا مذہب ہے۔ امام اشعریؒ نے اس کتاب کے ذریعے ان لوگوں کو تشبیہ کے گڑھے سے نکالنے کی کوشش کی جو بعض روایات کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو گئے تھے، اور انہیں آہستہ آہستہ صحیح عقیدہ کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا۔
>
> جہاں تک متأخرین (خلف) کا تعلق ہے، تو ان کے ہاں محتمل معانی میں سے وہ معنی ترجیح دیے جاتے ہیں جو تنزیہ (اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے پاک ثابت کرنے) کے مطابق ہوں، اور اس میں قرائنِ کلام اور عربی زبان کے عام استعمال کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ پس، سلف اور خلف دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متشابہ نصوص کو ان کے ظاہری معنی سے ہٹا کر اس تشبیہ سے پاک کیا جائے جو بظاہر سمجھ میں آتی ہے۔
>
> فرق صرف یہ ہے کہ سلف عمومی تأویل پر اکتفا کرتے ہیں اور مراد کے تعین میں احتیاط برتتے ہیں، جبکہ خلف کو اس بارے میں زیادہ وضاحت کرنی پڑتی ہے تاکہ ان مشبہہ (تشبیہ دینے والے) لوگوں کی تحریفات کا رد کیا جاسکے، جنہوں نے اپنے زمینی بت کو ایک آسمانی بت بنا دیا۔ ان دو گروہوں کے علاوہ کوئی تیسرا یا چوتھا راستہ نہیں۔ اور جو شخص ان میں سے چھٹا کوئی اور راستہ نکالے، وہ محض دھوکہ دے رہا ہے اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہا ہے۔

جہاں تک ہندوستان میں چھپنے والی الإبانة کی مطبوعہ نسخے کا تعلق ہے، تو وہ ایک محرف اور تصحیف شدہ نسخہ ہے، جس میں ناپاک ہاتھوں نے تحریف کی ہے، لہٰذا اسے کسی مستند اصل سے دوبارہ شائع کرنا ضروری ہے۔

شیخ عنایت علی الحیدر آبادی نے اپنی کتاب ضميمة الإبانة میں ایک طویل گفتگو کے بعد فرمایا:

"الكندري نامی بدباطن شخص نے یہ فتنہ اپنی خبیث رافضی سازش کے تحت کھڑا کیا، جس سے ظالم گروہ چاہے وہ معتزلہ ہو یا رافضہ بہتان اور جھوٹ گھڑنے کا موقع پا گیا۔ چنانچہ، غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے ان من گھڑت روایات کو ایجاد کر کے الإبانة میں شامل کر دیا، جو امام اشعریؒ کی آخری تصنیف شمار کی جاتی ہے، تاکہ امت میں ہمیشہ تفرقہ باقی رہے اور اس کی اصلاح نہ ہو سکے۔"

شیخ وہبی غاوجی نے اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا عنوان ہے "نظرة علمية في نسبة كتاب الإبانة جميعه إلى الإمام أبي الحسن" (کتاب "الإبانة" کی مکمل نسبت امام ابو الحسن اشعری کی طرف ہونے کے بارے میں علمی نظر)۔ اس رسالے میں انہوں نے علمی اور معروضی دلائل پیش کیے ہیں، جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آج کل لوگوں کے درمیان رائج الإبانة کا ایک بڑا حصہ درحقیقت امام اشعری کی طرف صحیح طور پر منسوب نہیں کیا جا سکے۔

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

تقریظ: انوار الغرہ فی توثیق الروایات تحت السرۃ

کتابیں دو طرح کی ہوتی ہیں بعض میں صرف مسائل درج ہوتے ہیں اور جب کہ بعض میں مسائل کے ساتھ ساتھ دلائل بھی۔ اور پھر بعض کتب میں مثبت و منفی دونوں طرح کے دلائل کو سامنے رکھ کر اصولِ محدثین اور اسماء الرجال کے پیشِ نظر بحث کی جاتی ہے۔ پھر ان کتابوں کی آگے تقسیم ہے کہ بعض میں متعدد مسائل درج ہیں، جب کہ بعض کتابیں الگ الگ مسئلہ پر لکھی گئیں۔ ایک ایک مسئلہ کی تحقیق میں لکھی جانے والی مستقل کتابوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

۱:......احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام ...(تصنیف: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ)

۲:..........اظہار التحسین فی اخفاء التامین ......(تصنیف: حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ)

۳:...... حرام سے کاری سے بچئے! [مسئلہ تین طلاق کی بحث]......(تصنیف: حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم)

۴:......رکعاتِ تراویح، ایک تحقیقی جائزہ......(تصنیف: حضرت مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی دام ظلہ)

۵:......تسکین العینین فی ترک رفع الیدین......(تصنیف: مولانا نیاز احمد اکاڑوی حفظ اللہ)

کچھ مصنف کے بارے میں

اسی طرح کی ایک تازہ تصنیف ”انوار الغرۃ فی توثیق الروایات تحت السرۃ“ ہے۔ جسے مولانا محمد شہزاد علی الامینی (راجستھان الہند) نے لکھا۔ اس کتاب کے تعارف سے پہلے مصنف کے متعلق کچھ باتیں پیشِ خدمت ہیں۔

مولانا حفظہ اللہ راجستھان (انڈیا) کے نوجوان ہیں، انہوں نے سکول میں بارہ کلاسیں پڑھیں، پھر تبلیغی جماعت میں وقت لگایا۔ جماعت میں وقت لگانے سے نوجوانوں کو دین پڑھنے کا شوق ہو جاتا ہے۔ بندہ نے بھی حفظ

کے بعد جماعت میں چار ماہ لگائے تو درس نظامی پڑھنے کا عزم ہوا تھا۔ موصوف کو بھی جماعت میں وقت لگانے سے علم دین پڑھنے کا شوق ہوا، تو مدرسہ میں داخل لے لیا۔ یہاں تک کہ جامعہ اظہر راجستھان دار العلوم پوکر سے پچھلے سال ۲۰۲۴ء میں فراغت پائی۔ اس جامعہ اظہر کے مہتمم قاری محمد امین صاحب (صدر جمعیت راجستھان) ہیں۔

اس سے پہلے موصوف نے بتیس صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ”حدیث عمار رضی اللہ عنہ محدثین کی نظر میں“ لکھا۔ جس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر کئے جانے والے ایک مرکزی اعتراض کا جواب دیا ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے یہ رسالہ طالب علمی زمانے میں لکھا۔ مطلب یہ کہ ان کی پہلی تحریری کاوش ہی ایک مشکل عنوان پر ہے۔ مگر اللہ کے فضل سے انہوں نے اس معرکہ کو احسن انداز میں سر کیا، جس سے ان کا تحقیقی ذوق معلوم ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقیدت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ تحقیقی ذوق قابلِ مدح ہے اور صحابی کے ساتھ عقیدت بہت بڑا اعزاز۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

مصنف کے اجمالی تعارف کے بعد اَب ان کی تازہ تصنیف ”انوار الغرة“ کی بابت کچھ تاثرات ملاحظہ ہوں۔ بندہ نے اس کتاب کے متعدد مقامات پڑھے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے کتاب کے متعلق درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱...... یہ کتاب نماز کے اہم مسئلہ ”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے“ کے ثبوت میں ہے۔

۲...... مصنف نے اس مسئلہ کے ثبوت میں احادیث و آثار کو حدیث کی امہات الکتب سے پیش کیا ہے۔

۳...... ان حدیثوں کی سندوں پر وارد کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا۔ اور یہ کام وہ شخص کر سکتا ہے جسے اصولِ حدیث اور اسماء الرجال سے واقفیت ہو۔ مصنف کو ماشاء اللہ اس فن سے خاصا لگاؤ ہے۔

۴...... پاک وہند میں ایک فرقہ غیر مقلدین کا ہے جس نے انگریز سے اپنے لئے ”اہلِ حدیث“ نام الاٹ کرایا تھا۔ ان کے دین کا محور چند امتیازی مسائل ہیں، جیسا کہ اس کا اعتراف خود اُن کے کئی علماء نے کیا۔ بندہ نے ایسے حوالوں کو اپنے اک مضمون ”غیر مقلدین کے دین کا محور“ میں جمع کر دیا ہے۔ سر دست یہاں ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کی کتاب"انوار البدر"کے تقریظ نگار ابو المیزان نے تحریر کیا:

"مختلف فیہ مسائل کا تنازعہ دُور کرنا بلاشبہ تبلیغ دین کا ایک حصہ ہے مگر ساری فوج دیگر محاذ چھوڑ کر یہیں ڈٹ جائے تو باقی محاذوں کی کیا درگت بنے گی، اس کا اندازہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج کی دنیا دیکھ لیجئے کمانڈر نہ ہو یا ہو مگر کمزور ہو تو فوج ایسی ہی من مانی کرتی ہے جیسی آج کل ہو رہی ہے۔ ساری اہلِ حدیثیت ایک 'مختلف فیہ مسائل' کے نام ہو گئی ہے۔"

(انوار البدر صفحہ ۴۵، ناشر اسلامک انفارمیشن ممبئی)

غیر مقلدین کے ان امتیازی مسائل میں سے ایک مسئلہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ہے۔ دوسرے غیر مقلدین کی طرح سنابلی صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔ انہوں نے اس پر ایک کتاب بھی لکھی۔ مولانا شہزاد علی صاحب نے اُن کے مزعومہ دلائل پہ اسماء الرجال اور اصولِ محدثین کی روشنی میں نقد کیا ہے۔ سنابلی کے جواب کی ضرورت تھی، اللہ نے اس کی توفیق مولانا دام ظلہ کو بخشی۔ شاید اور حضرات بھی سنابلی کی اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہوں، مگر تقدم مولانا کو حاصل ہوا ہے۔

۵......اس کتاب میں فریقین کے دلائل پر بحث ہے، اس لئے دلائل کو پرکھنے کی صلاحیت رکھنے والے احباب کو موازنہ کرنے کا موقع ملے گا، ان شاء اللہ۔

۶......غیر مقلدین کی کتابوں پہ بھی ماشاء اللہ مصنف کی وسیع نظر ہے، اس لئے اپنی تائید، اور اُن کی تردید میں خود اُن کے بیسیوں حوالہ جات کتاب میں شامل کئے ہیں۔

۷......غیر مقلد برادری عرب اور سلفی علماء سے بھی ہم نوائی کی دعوے دار ہے، اس لئے مصنف نے غیر مقلدین کے خلاف سلفیوں اور عربوں کے حوالہ جات بھی پیش کئے ہیں۔

۸......غیر مقلدین کی کتابوں میں تضاد بیانی اور اصول شکنی بہت زیادہ پائی جاتی ہیں۔ مصنف نے اس کتاب میں غیر مقلدین کے متعدد تضادات نقل کئے اور کئی اصولوں کی خلاف ورزیاں باحوالہ نقل کیں۔

۹......محدثین کی عبارتیں ہوں یا غیر مقلدین کتب کے اقتباسات، مصنف نے عموماً باحوالہ گفتگو کی ہے۔ اور اکثر و بیشتر عبارتیں لفظ بہ لفظ نقل کی ہیں۔

۱۰......جہاں ضرورت محسوس کی، وہاں اصل عربی عبارات بھی نقل فرمائی ہیں۔

۱۱......یہ کتاب اس عنوان پہ لکھی گئی کتابوں میں آخر میں تیار ہوئی۔ چوں کہ بعد میں لکھنے والا مصنف پہلے دَور کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا کرتا ہے۔ اور اپنی محنت بھی شامل کرتا ہے، اس لئے بعد والی کتاب میں نسبۃً زیادہ مواد ہوتا ہے۔ اس کتاب میں بھی متقدم کتابوں کی بہ نسبت زیادہ مفصل بحث ہے۔

۱۲......ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مسئلہ کئی کتب میں ضمناً بیان کیا گیا، اس کی تحقیق میں متعدد مضامین بھی شائع ہوئے اور بعض نے مستقل کتاب بھی ترتیب دی ہے۔ مگر زیر بحث کتاب میری معلومات کے مطابق سب سے زیادہ ضخیم اور نسبۃً زیادہ جامع ہے۔

۱۳......چوں کہ یہ کتاب شیخ سنابلی کے تعاقب میں ہے، اس لئے اُن کے معیار تحقیق کی بابت بہت سی باتیں اس کتاب کے قاری کو ملیں گی ان شاءاللہ۔ مطلب یہ کہ جس بندہ کو سنابلی صاحب کی کتب تک رسائی نہیں، وہ اس کتاب کو پڑھ کر سنابلی ذہنیت کا اندازلگا سکتا ہے۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کا تعارف

سنابلی کا تذکرہ چھڑ گیا ہے تو مناسب ہوگا کہ کچھ ان کا تعارف پیش کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں پہل کرتے ہیں اُن کے ہم مسلک شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کے حوالوں سے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”سنابلی صاحب ایسے منہج پر گامزن ہیں، جس سے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کا ضعیف ہونالازم آتا ہے۔“

(علمی مقالات:۶/ ۳۹۲، ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ، اشاعت اول:۲۰۱۳ء)

علی زئی نے مزید لکھا:

> ”سنابلی صاحب کو چاہیے کہ وہ تمنا عمادی اور بشیر احمد میرٹھی وغیرہما کی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر محدثین کرام کی جرنیلی شاہراہ پر گامزن ہو جائیں اور منکرینِ حدیث کے لئے چور دروازے نہ کھولیں۔“

(علمی مقالات:۶/ ۳۹۳)

علی زئی نے سنابلی کو مخاطب کر کے لکھا:

”جو شخص یزید بن معاویہ والی حدیث کو معلول کہنے پر بضد ہے، اسے چاہیے کہ وہ صحیح مسلم کی اس صحیح حدیث کو بھی ضعیف قرار دے، تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کون صحیحین کا دفاع کرتا ہے اور کون صحیحین پر ”ہاتھ صاف“ کرتا ہے۔“

(علمی مقالات:۶/۳۹۸)

سنابلی صاحب نے علی زئی کی اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

”یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص کسی حدیث کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے کہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے، تو اسے جواب دیا جائے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی بعض احادیث کو ضعیف کہا ہے۔ پھر اس سے مطالبہ کیا جائے کہ آپ صحیحین کی ان احادیث کو بھی ضعیف قرار دیں، تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کون صحیحین کا دفاع کرتا ہے اور کون صحیحین پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔!“

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۴۰، دار السنة للتحقيق والطباعت والنشر)

اس جواب سے علی زئی برادری کی تسلی ہو یا نہ ہو، اتنا ضرور ہے کہ سنابلی صاحب نے اعتراف کر لیا کہ ان کے غیر مقلد بزرگ شیخ البانی نے بخاری و مسلم کی حدیثوں پر ضعف کی چھاپ لگائی ہے۔ بخاری و مسلم کی کتنی حدیثوں کو البانی نے ضعیف کہا؟ سنابلی صاحب یہ واضح کر دیتے تو اچھا ہوتا۔ شیخ ارشاد الحق اثری کے بقول بخاری کی آٹھ حدیثوں کو اور شیخ زبیر علی زئی کی تصریح کے مطابق مسلم کی تیس سے زائد حدیثوں کو البانی نے ضعیف کہا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ضعیف قرار دے کر جھٹک دینے والے البانی کو سنابلی نے کس مقام کا حامل باور کرایا۔ وہ بھی پڑھئے! سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”عصر حاضر کے معروف و مشہور اور پوری دنیا میں مقبول عظیم محدث علامہ البانی رحمہ اللہ۔“

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جواب پہلی قسط صفحہ ۶)

علی زئی لکھتے ہیں:

”سنابلی صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے باطل اصول کی لاج رکھتے ہوئے صحیح بخاری اور سنن ترمذی والی حدیث کو بھی موضوع اور من گھڑت قرار دیں تاکہ سبیل المجرمین واضح ہو جائے۔

کتنا بڑا ظلم ہے کہ کبار محدثین، نیز کبار و صغار علماء پر نمبر ز قائم کر کے جھوٹ بول رہے ہیں۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۰۳)

علی زئی رقم طراز ہیں:

"اس حدیث کو سنابلی اینڈ پارٹی کا موضوع، من گھڑت اور مردود کہنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۰۴)

ایک عبارت اور پڑھیے:

"واللہ ! یہ سب حوالے بادلِ ناخواستہ لکھے ہیں تاکہ منکرینِ حدیث کے نقوشِ قدم پر چلنے والے سنابلی صاحب کو آئینہ دکھایا جائے۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۰۹)

علی زئی صاحب نے سنابلی صاحب کا تعارف کرا دیا ہے، اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حدیث کے رد و قبول میں اُن کا کیا معیار ہے۔ ابھی سنابلی صاحب کی ایک کتاب "احکام طلاق" شائع ہوئی ہے، اس میں بھی اُن کی کئی جسارتیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ مثلاً پاک و ہند کے اکثر غیر مقلدین کی تحقیق ہے کہ از روئے احادیث حائضہ عورت کو دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس وقوع پر وہ جو دلائل دیا کرتے ہیں، اُن میں صحیح بخاری کی حدیث بھی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"حسبت علی بتطليقة ۔"

(صحیح بخاری: ۲/ ۷۹۰، رقم ۵۲۵۳)

اس میں بیان ہے کہ انہوں نے جو طلاق حالتِ حیض میں دی تھی، اسے شمار کیا گیا۔

جب کہ سنابلی کی رائے میں حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور بخاری کی یہ حدیث ان کی رائے کے خلاف تھی، تو اسے ضعیف قرار دے دیا۔ (احکامِ طلاق صفحہ ۱۳۲، ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب کی ایک اور جسارت ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"بوقتِ نکاح ایک مسلمان کی نیت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی

فرمانبر داری کی ہونی چاہیے۔ اگر اسی جذبے اور خیال سے ایک مسلمان شادی کرے تو اس کا یہ عمل دینی و اسلامی ہو گا اور آخرت میں اس پر اسے ثواب ملے گا، ورنہ اگر یہ عمل تو کر لیا لیکن اس کے پیچھے نیت کتاب و سنت کی اتباع کے بجائے سماج کی تقلید ہوئی تو یہ نکاح اسلامی نکاح ہو گا ہی نہیں، کیوں کہ اسلام میں صحیح نیت کے بغیر کسی عمل کا اعتبار ہی نہیں۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۹)

سنابلی صاحب کی رائے ہے کہ صحیح نیت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد : النكاح والطلاق والرجعة، تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ حقیقت میں بھی حقیقت ہیں اور مذاق میں بھی حقیقت ہیں: نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔ (الحدیث)

اس حدیث کی صحت پہ بندہ نے غیر مقلدین کے حوالے اپنی کتاب "مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث" میں نقل کر دیئے ہیں۔ مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مذاق میں کیا جانے والا نکاح بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ مگر سنابلی صاحب کب مانتے ہیں!؟

سنابلی صاحب کے اُصولوں پہ ایک نظر

غیر مقلدین کی کتب میں متضاد باتیں کافی ملتی ہیں۔ اس عنوان پر اہلِ سنت علماء کی کئی کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں جن میں غیر مقلدین کے تضادات کو درج کیا گیا ہے۔ بندہ نے بھی اُن کے کئی تضادات اپنی کتاب "مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث" میں ایک مستقل باب کے تحت باحوالہ نقل کر دیئے ہیں۔ تضاد بیانوں کا ارتکاب کرنے والے غیر مقلدین میں ایک نام شیخ کفایت اللہ سنابلی کا بھی ہے۔ بطور نمونہ چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

ا......سنابلی صاحب کا دعوی ہے کہ صحیح مسلم کی حدیثیں شذوذ و علت سے محفوظ "صحیح" ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"امام مسلم رحمہ اللہ کا اس حدیث کو صحیح مسلم میں اصولی طور پر درج کرنا ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ حدیث شذوذ سے پاک ہے، کیوں کہ امام مسلم کی یہ شرط ہے کہ وہ اپنی کتاب میں اصولی طور پر انہی احادیث کو درج کریں گے جو صحیح ہوں اور ان میں شذوذ اور علت نہ ہو۔"

(احکام طلاق صفحہ ۲۸۴)

سنابلی نے یہ بھی لکھا کہ مسلم شریف کی حدیثوں کے صحیح ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔ حوالہ آگے آرہا ہے، ان شاء اللہ۔

اس کے برعکس صحیح مسلم: ۱/۴۷۱ کی حدیث کو ضعیف کہہ دیا۔ چنانچہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اس حدیث کو ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ کے الفاظ کے ساتھ ضعیف قرار دیا ہے۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۶۹، دار السنۃ للتحقیق والطباعت والنشر)

شیخ زبیر علی زئی نے بھی اس کا اظہار کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"سنابلی صاحب نے یہاں صحیح مسلم کی صحیح و منسوخ حدیث ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ پر بھی حملہ کیا ہے اور امام دارقطنی و امام نسائی سے اس پر جرح نقل کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں اماموں سے اس حدیث کو ضعیف و مردود قرار دینا ثابت نہیں، لہذا سنابلی صاحب کے دونوں حوالے مردود ہیں۔"

(علمی مقالات: ۶/۴۰۶)

تنبیہ: علی زئی صاحب کا مذکورہ حدیث کو منسوخ کہنا خلافِ حقیقت ہے۔ اُن کے قلم سے "محدث العصر اور امام المحدثین" کا لقب پانے والے شیخ البانی غیر مقلد (حاشیہ عبادات میں بدعات صفحہ ۱۲۹) نے لکھا کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ کرنا منسوخ ہے۔ پھر اس کے منسوخ ہونے پر جو ناسخ حدیثیں پیش کی ہیں، اُن میں ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ حدیث بھی شامل ہے۔ (صفۃ صلوٰۃ النبی صفحہ ۸۰)

خود سنابلی صاحب نے علی زئی کی مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے اُن کے اس دعوی کو "لطیفہ" قرار دیا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"منسوخ والی بات تو اسی طرح لطیفہ ہے جس کے چند نمونے گذشتہ سطور میں پیش کئے جا چکے ہیں۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۶۸)

۲......سنابلی صاحب کے نزدیک نص (قرآن وحدیث) کے بغیر اجماع کا وجود غیر معتبر ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”واضح رہے کہ بغیر نص کے حقیقی اجماع کا انعقاد ناممکن ہے، اسی لئے اجماعِ قطعی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ نص بھی موجود ہوتی ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۲۸)

اس کے بالمقابل جب کو خود ضرورت پڑی تو بغیر نص کے اجماع کا وجود مان لیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے جس کی صحت پر پوری امت کا اتفاق ہے، یعنی اس کی احادیث باجماع امت صحیح وثابت ہیں۔ خود امام مسلم رحمہ اللہ نے وضاحت کردی ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب صحیح مسلم میں وہی احادیث درج کی ہیں، جن کی صحت پر محدثین کا اجماعت تھا۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۵۷)

۳......سنابلی کی نقل کے مطابق ایک بزرگ نے”علی صدرہ“کو ترمذی کی طرف منسوب کیا، تو سنابلی نے اسے ترمذی کا الگ نسخہ قرار دے کر قبول کرلیا۔ (انوار البدر صفحہ....)

مگر دوسری طرف بخاری کی ایک حدیث کی سند کی بابت یوں نقل کیا:

”حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہا اللہ نے صراحت کی ہے کہ صرف ابوذر کے نسخے میں یہاں ”حدثنا“ ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۳۲)

مگر پھر بھی اس نسخے کا اعتبار نہیں کیا اور حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا:

”صحیح بخاری سے باہر اس کی کوئی متصل سند دستیاب نہیں ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۴۹)

۴......مزید غور کریں کہ ایک طرف تو صرف بزرگ کے ترمذی کی طرف زیادت منسوب کرنے کو الگ نسخہ قرار دے کر اس کا وجود تسلیم کرلیا۔ دوسری طرف تحت السرۃ والے نسخہ کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اسے

تحریف کا نام دے چھوڑا۔ (انوار البدر صفحہ)

حالاں کہ متعدد اہلِ علم نے اعتراف کیا کہ تحت السرۃ کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں موجود ہیں۔ بلکہ کچھ غیر مقلدین کو بھی یہ حقیقت ماننا پڑی۔ مثلاً

چنانچہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مصنف ابن ابی شیبہ کے اکثر قدیم و مطبوعہ نسخوں میں "تحت السرۃ" کے الفاظ موجود نہیں۔"

(علمی مقالات:۶/۱۰۵)

علی زئی نے کہا کہ اکثر نسخوں میں یہ الفاظ نہیں، جس کا مطلب ہے کہ بعض میں یہ الفاظ ہیں، ورنہ علی زئی صاحب یوں کہتے کہ کسی بھی نسخہ میں یہ الفاظ نہیں۔

شیخ عبد الرووف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخے میں حدیثِ وائل کے ایک طریق میں "تحت السرۃ" کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔"

(القول المقبول صفحہ ۳۴۱، چوتھا ایڈیشن)

یہاں ایک بات اور بھی جانتے چلیں، وہ یہ کہ سنابلی صاحب نے "تحت السرۃ" کے الفاظ کو دیوبندیوں کی تحریف کہا، جب کہ سندھو صاحب اسے سہو کاتب کہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"یہ اضافہ کسی ناسخ کی طرف سے سہواً ہوا ہے۔"

(حوالہ مذکورہ)

ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہ اختلافِ نسخ ہے۔ اگر سندھو صاحب کی بات مان لیں تو بھی سنابلی وغیرہ کا اسے دیوبندیوں کی تحریف کہنا غلط ہے۔

بات چل نکلی ہے تو ہم بتاتے چلیں کہ تحریف کا دھندا غیر مقلدین میں پایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اُن کے حلقہ میں "ہیرو اور شیخ الاسلام" کہلائے جانے والے مصنف مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی اس میدان میں پیچھے نہیں رہے، بلکہ وہ صف اول کے شہسوار ہیں۔

چنانچہ مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”آج کل ایک تفسیر عربی مولوی ثناء اللہ کشمیری الاصل امرتسری الوطن میری نظر سے گزری۔ تفسیر کیا، ایک اغلاط کا مجموعہ، تاویلات کا ذخیرہ دیکھا، تعجب ہے یونیورسٹی کے فاضل کی فضیلت اور لیاقت پر کہ الفاظ غلط، معانی غلط، استدلالات غلط بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی۔“

(الاربعین صفحہ ۳ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

غیر مقلدین کی تحریفات کو بندہ نے اپنی کتاب ”غیر مقلدین کا قرآن سے کھلواڑ“ میں خود اُن کی زبانی باحوالہ نقل کر دیا ہے اور کچھ بحث بندہ کی کتاب ”زبیر علی زئی کا تعاقب“ میں بھی موجود ہے۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کی سب سے قوی سمجھی جانے والی روایت کا حال

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ابن خزیمہ میں موجود ہے۔ اس روایت کے متعلق مولانا محمود احمد میر پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں جتنی بھی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان سب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث یہی ہے جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذِکر ہے۔“

(فتاویٰ صراط مستقیم صفحہ ۱۷۴، مکتبہ قدوسیہ لاہور، اشاعت ۲۰۱۰ء)

حافظ محمد اسلم حنیف (جامعہ محمدیہ اہلِ حدیث لیاقت پور) لکھتے ہیں:

”سینے پر ہاتھ باندھنے کی سب سے زیادہ صحیح روایت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ہے... صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳۔“

(نماز جنازہ کے احکام و مسائل صفحہ ۷۰، ناشر جامعہ محمدیہ اہلِ حدیث لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں)

میر پوری اور اسلم حنیف کی تصریح کے مطابق سینے پر ہاتھ باندھنے کی بابت سب سے زیادہ صحیح حدیث ابن خزیمہ کی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جب غیر مقلدین کو اختصار مطلوب ہو تو اسی روایت کے ذِکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ فاروق اصغر صارم غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔“

(اہلِ تقلید کی طرف سے سوالات اور اہلِ حدیث کی طرف سے اُن کے جوابات صفحہ ۲، ادارہ احیاء التحقیق الاسلامی گوجرانوالہ)

پھر صارم صاحب نے ابن خزیمہ سے حدیث وائل لکھی۔ جس طرح صارم صاحب نے حدیث وائل پر اکتفاء کیا، اسی طرح شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد نے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے حوالہ سے صرف اسی ایک روایت کو درج کیاہے۔ (نماز محمدی اور مسنون دعائیں، صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۱۲، طبع دار السلام)

سینے پر ہاتھ باندھنے کی جس روایت کو غیر مقلدین سب سے زیادہ صحیح کہہ رہے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ آیئے !اسے جانتے ہیں۔

(۱)......اس کی سند میں عاصم بن کلیب ہے۔ غیر مقلدین نے ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود کو ضعیف قرار دیتے ہوئے اس راوی کو ضعیف کہاہے۔

چنانچہ حکیم محمود سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس حدیث میں عاصم بن کلیب ضعیف ہے۔“

(شمس الضحیٰ:۱۱۱بحوالہ نور الصباح:۲/۲۲۹)

مولانااسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”عاصم بن کلیب اور محمد بن جابر کے دونوں طریق باتفاق ائمہ ضعیف ہیں۔“

(تحریک آزادیٔ فکر صفحہ ۲۵۴)

مولاناصادق خلیل غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں عاصم بن کلیب راوی منفرد اور ضعیف ہے۔“

(شرح مشکوۃ اردو:۱/۳۶۸)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسے معتبر قرار دینے سے یہ بات مانع ہے کہ اس کا دار و مدار عاصم بن کلیب جرمی پر ہے۔“

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۷۲)

آگے لکھا:

”اس حدیث کا دار و مدار بھی عاصم بن کلیب پر ہے، جن کا ساقط الاعتبار ہونا واضح کا جا چکا ہے۔“

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۸۵)

مزید لکھا:

”اس کی سند میں واقع عاصم بن کلیب کا حال ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان کی روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔“

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۸۸)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سند کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور وہ منفرد ہے۔ امام ابن المدینی نے کہا ہے کہ جب وہ منفرد ہو تو قابلِ احتجاج نہیں۔“

(مقالاتِ اثری: ۲/ ۱۱۳)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اسے بیان کرنے میں عاصم منفرد ہے اور امام علی بن مدینی کہتے ہیں کہ جب عاصم منفرد ہو تو حجت نہیں ہوتا۔“

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۱/ ۲۲۷)

(۲)......اس حدیث کی سند میں سفیان ثوری کا عنعنہ ہے اور غیر مقلدین کے ہاں یہ ضعف کا سبب ہے۔ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا:

”سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس (عن) کی وجہ سے یہ روایت ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔“

(علمی مقالات: ۶/ ۳۶۸)

علی زئی صاحب اس روایت کی بابت دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”سفیان الثوری ثقہ مدلس ہیں، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔“

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ۲۸، مکتبہ اسلامیہ)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

” صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہما ان کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل نہیں، لہٰذا ان کے ساتھ اختلاف کیا جا سکتا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ میں سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت صرف سفیان ثوری کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔“

(توضیح الاحکام: ۲/ ۳۳۵)

علی زئی صاحب کے اس طرح کے طرزِ عمل کو اُن کی مدح سرائی کرنے والے نے ”حق گوئی“ کا نام دیا۔ مولانا ابو معاذ الحمیدی محمد بلال غیر مقلد اُن کے متعلق لکھتے ہیں:

” استاذِ محترم رحمۃ اللہ علیہ جس بات کو حق سمجھتے، اس پر عمل کرتے اور بلا خوف و خطر اس کو علانیہ بیان کرتے۔ یہی انداز احادیث کی تحقیق میں تھا کہ اگر محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں کوئی روایت ثابت نہ ہوتی، خواہ وہ اپنے مسلک کے موافق بھی ہوتی تو حق بات لکھ دیتے، مثلاً: سینے پر ہاتھ باندھنے والی طاؤس رحمہ اللہ (تابعی) کی مرسل روایت وغیرہ۔“

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۲۶۸)

یہاں ہم یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ بہت سے غیر مقلدین نے طرزِ عمل اپنایا ہے کہ وہ ترک رفع یدین کی حدیث پر جرح کرتے ہوئے اس کی کئی سندوں کو سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہہ چھوڑتے ہیں، مگر ابن خزیمہ کی حدیث وائل کو باوجود سفیان کی تدلیس کے صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وکیل ولی قاضی غیر مقلد (رکن شوری جمعیت اہلِ حدیث حیدر آباد) نے غیر مقلدین کے اس طرز عمل کو دوغلہ پالیسی قرار دے کر کہا کہ اس دورخے منہج کی وجہ سے اہلِ حدیث کو خفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے غیر مقلد علماء سے کی گئی ملاقاتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کئی علماء سے بالمشافہ بات چیت ہوئی اور مشہور مسائل تدلیس اور مروجہ حسن لغیرہ کی حجیت و عدم حجیت پر بات ہوئی تو اُن علماء کے پاس اطمینان بخش جواب نہیں تھا۔ کہیں کثرت

طرق کی بنا پر کسی روایت کو حسن منوانے کی کوشش کی جاتی اور جب ہم فضیلت پندرہ شعبان جیسی روایت جو کثیر الطرق ہوتی پیش کرتے تو اُس کی ایک ایک سند کو ضعیف ثابت کر کے رد کر دیا جاتا۔ کہیں صحیح ابن خزیمہ کی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی سینے پر ہاتھ والی روایت کو سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کے باوجود صحیح باور کروایا جاتا اور مخالفت میں جامع ترمذی کی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عدم رفع الیدین والی روایت کو سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے رد کر دیا جاتا۔ یہ ہے وہ دورُخا منہج جس سے ہمیشہ دعوتی میدان میں اہلِ حدیث کو خفت کا سامنا کرنا پڑا۔"

(اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۵۵۳)

احادیث کے رَد و قبول میں غیر مقلدین کی من مانیوں کی بابت وکیل ولی قاضی کا مذکورہ دعوی بالکل سچ ہے۔ غیر مقلدین واقعۃً دورُخی کا شکار ہیں۔ بطور نمونہ دیکھئے۔

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"صحیح حدیث میں نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں..."

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۱۲۲)

انہوں نے سینے پر ہاتھ باندھنے پر ابن خزیمہ کی حدیث وائل سے استدلال کیا جس میں سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔ (حدیث اور اہلِ تقلید: ۱/۴۱۸)

حدیث اور اہلِ تقلید جلد اول میں سفیان کی تدلیس والی روایت سے دلیل پکڑی اور اس کی دوسری جلد میں ترک رفع یدین کی حدیثوں کو ضعیف باور کرانے کے لیے سفیان ثوری کی تدلیس کا بہانہ بنایا۔

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۲/۲۲۷)

یہاں شیخ خبیب اثری غیر مقلد کا کردار بھی دیکھ لیں۔ اُن کے نزدیک سفیان کی تدلیس وجہ ضعف، نہیں مگر ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود کی بابت لکھ دیا:

"اس حدیث کو سفیان ثوری کی وجہ سے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ضعیف گردانا ہے۔"

(مقالاتِ اثریہ صفحہ ۲۹۵)

خبیب صاحب کا مذکورہ دعوی غلط ہے۔ اس بات کی تردید کے لئے سنابلی صاحب کی درج ذیل عبارت پڑھئے۔ وہ ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود کے متعلق لکھتے ہیں:

”محدثین کی ایک کثیر تعداد کا...... سفیان ثوری کے عنعنہ سے تعرض نہ کرنا یہی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ سفیان ثوری کا عنعنہ محدثین کے نزدیک مضر نہیں ہے کیوں کہ وہ قلیل التدلیس ہیں۔“

(انوار البدر صفحہ ۱۴۹، ناشر اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی)

مزید تفصیل بندہ کے ایک طویل مضمون ”احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں“ میں ہے۔

(۳)......سینے پر ہاتھ باندھنے والی اس روایت ابن خزیمہ کی سند میں مؤمل بن اسماعیل راوی ہے، جسے متعدد محدثین اور کئی غیر مقلدین نے ضعیف کہا ہے۔

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

”کثیرالخطاء“

(کتاب الجرح والتعدیل:۸/۳۷۴)

یعقوب بن سفیان الفارسی فرماتے ہیں:

”کان لا یسعه ان یحدث وقد یجب علی اهل العلم ان یقعوا عن حدیثه ،اس کے لیے حدیث بیان کرنا جائز نہیں تھا، اہلِ علم پر واجب ہے کہ وہ اس کی حدیث سے توقف کریں۔“

(کتاب المعرفۃ والتاریخ:۳/۵۲)

ابن سعد فرماتے ہیں:

”کثیرالغلط“

(الطبقات الکبری لابن سعد :۵/۵۰۱)

دار قطنی کہتے ہیں:

”کثیر الخطاء“

(سوالات الحاکم للدارقطنی :۴۹۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

”سیءالحفظ“

(تقریب:۷۰۲۹)

احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

”کان یخطئ“

(سوالات المروزی:۵۳وموسوعۃ اقوال الامام احمد:۴۱۹/۳)

محدثین کے مذکورہ بالا حوالے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتاب ”علمی مقالات:۴۱۷/۱تا۴۱۹“ سے منقول ہیں۔ علی زئی کے ہاں مؤمل اگرچہ ثقہ ہے مگر انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مذکورہ محدثین نے اس راوی پر جرح کی ہے۔

امام مروزی رحمہ اللہ نے کہا:

”اذا انفرد بحدیث وجب ان توقف و یتثبت فیه لانه کان سئ الحفظ کثیر الغلط، جب یہ کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو توقف کیا جائے گا، اور اس میں چھان بین کی جائے گی، کیوں کہ یہ بُرے حافظے والے تھے اور زیادہ غلطی کرتے تھے۔“

(تعظیم قدر الصلوۃ:۵۷۴/۲)

امام زکریا بن یحیٰ الساجی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

”صدوق کثیر الخطاء ، یہ سچے ہیں اور بہت غلطی کرنے والے ہیں۔“

(تہذیب التہذیب لابن حجر:۳۳۹/۱۰)

امام ابن عمار الشہید رحمہ اللہ نے کہا:

”فاما مؤمل فکان قد دفن کتبه وکان یحدث حفظا فیخطئ الکثیر ،

جہاں تک مؤمل کی بات ہے تو انہوں نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور حافظے سے روایت کرتے تھے، جس کے سبب بہ کثرت غلطی کر جاتے۔"

(علل الاحادیث فی صحیح مسلم:۱۰۷،تہذیب الکمال:۱۷۸/۲۹)

امام مروزی،امام الساجی اور امام ابن عمار رحمہم اللہ کے حوالے سنابلی کی کتاب "انوار البدر :۴۳۵، ۴۳۷ سے لئے ہیں۔

محدثین کے حوالوں کے بعد اَب غیر مقلدین کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

شیخ عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ سند ضعیف ہے کیوں کہ مؤمل بن اسماعیل سیٔ الحفظ ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب (۲۹۰/۲) میں کہا ہے۔ ابوزرعہ نے کہاہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہاکہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ میزان (۲۲۸/۴) بیہقی (۳۰/۲) بزار (۲۶۸) طبرانی (۵۰/۲۲) اور ابن عدی (۲۱۶۶/۶) میں اس کی وائل بن حجر سے ایک دوسری سند بھی ہے مگر یہ سند بھی ضعیف ہے۔ لیکن..."

(القول المقبول صفحہ ۳۴۰ طبع چہارم)

مولانا عبدالمنان نورپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابن خزیمہ والی یہ حدیث مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔"

(مکالمات نورپوری صفحہ ۵۲۸)

شیخ عقیل احمد غیر مقلد نے ابن خزیمہ میں مذکور حدیث وائل کے متعلق لکھا:

"اس سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے جو سیٔ الحفظ ہے۔(التقریب (ص ۵۵۵) ابوزرعہ نے کہاہے کہ اس کی حدیث میں بہت غلطیاں ہیں، بخاری نے اسے منکر الحدیث اور یحی بن معین نے ثقہ کہاہے۔ میزان الاعتدال (۲۲۸/۴) یہ سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن......"

(تخریج وتحقیق حدیثِ نماز شیخ عبدالمتین میمن صفحہ ۱۱۶)

شیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی غیر مقلد [جامعہ سید نذیر حسین دہلی] لکھتے ہیں:-

"سند کو مومل کی وجہ سے ضعیف قرار دینا بھی درست نہیں کیوں کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور کثرتِ طرق سے یہ حدیث صحیح ہے۔"

(زیر ناف ہاتھ باندھنے کا تحقیقی جائزہ: ۲۴، ناشر: ادارہ تحفظ کتاب وسنت دہلی)

رضاء اللہ صاحب نے تعدد طرق کا سہارا لیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک مومل ثقہ ہوتا تو تعدد طرق کے سہارے کی ضرورت نہ ہوتی۔ یہاں تعدد طرق کا سہارا لیا جارہا ہے، جب کہ غیر مقلدین پندرہ شعبان کی روایتوں کو تعدد طرق کے باوجود ضعیف کہہ کر کنارہ کش ہو جاتے ہیں جیسا کہ اوپر وکیل ولی کا اعتراف منقول ہے کہ یہ غیر مقلدین کا دورخا پن ہے جس کی وجہ سے ان کے فرقہ کو خفت کا سامنا کرپڑرہا ہے۔

کفایت اللہ سنابلی ہندی غیر مقلد خود اگرچہ مؤمل کو ثقہ سمجھتے ہیں مگر انہوں نے اتنا تسلیم کیا کہ شیخ البانی اور شعیب ارناؤط اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ سنابلی صاحب نے لکھا:

"علامہ البانی رحمہ اللہ اور شیخ شعیب الارناؤط نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق صحیح ابن خزیمہ والی حدیث کے راوی "مؤمل بن اسماعیل" کو بھی ضعیف کہا ہے اور وہ بھی اسی انداز میں۔ چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا: "مؤمل ابن اسماعيل فانه ضعيف لسوء حفظه و كثرة خطأه" (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۲/ ۲۹۳) مؤمل بن اسماعیل، یہ بُرے حافظہ اور بکثرت غلطیاں کرنے کے سبب ضعیف ہے۔" شیخ شعیب الارناؤط نے کہا: "وهذا اسناد ضعيف لضعف مؤمل بن اسماعيل۔" (مسند احمد (۲۱/ ۱۶۶)) "اس کی سند ضعیف ہے مؤمل بن اسماعیل کے ضعیف ہونے کے سبب۔"

(یزید بن معاویہ...... صفحہ ۲۳۹)

غیر مقلدین کے ہاں "امام المحدثین" کا لقب پانے والے ناصر الدین البانی غیر مقلد نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت کے متعلق لکھا:

"اسناده ضعيف لان مؤملا وهو ابن اسماعيل سئ الحفظ، اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ مؤمل بن اسماعیل سیٔ الحفظ ہے۔"

(تعلیق ابن خزیمہ: ۱/ ۲۴۳ بحوالہ مکالمات نورپوری ۵۲۸)

البانی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"المؤمل هذا ضعيف لسوء حفظه ، یہ مؤمل اپنے بُرے حافظہ کی وجہ سے ضعیف ہے"

(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة :۲۲۷/۳)

ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی غیر مقلد کی مؤمل بن اسماعیل کے متعلق اپنی رائے جو ہو سو ہو مگر انہوں نے اتنا تسلیم کیا کہ اسے بالعموم ضعیف سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بعض محدثین ایسے بھی گزرے ہیں کہ جنہیں عموماً ضعیف سمجھا جاتا ہے ...... جیسے مومل بن اسماعیل ، نعیم بن حماد الخزاعی المروزی ، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ اور شہر بن حوشب، وغیرہم۔"

(ماہ نامہ اشاعۃ الحدیث اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

دیگر حوالہ جات دیکھنے کے لئے مولانا شہزاد علی صاحب حفظہ اللہ کی زیر تبصرہ کتاب ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں آپ کو غیر مقلد علماء اور سلفی و عرب بزرگوں کی گواہیاں ملیں گی کہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف راوی ہے، اس پر کئی طرح کی جروح کی گئیں۔

حاصل یہ کہ صحیح ابن خزیمہ میں مذکور سینے پر ہاتھ باندھنے کی "روایت وائل" غیر مقلدین کی تصریحات کے مطابق تین وجوہ: عاصم بن کلیب...... و...... مؤمل بن اسماعیل کے ضعف اور سفیان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کئی حدیثوں کو بزعمِ خود ایک وجہ ضعف کو بنیاد قرار دے کر رد کر چکے مگر یہ روایت چوں کہ اُن کی مرضی کے مطابق ہے، اس لئے تین وجوہ ضعف کے باوجود اسے قبول کر لیا اور سنابلی صاحب اسے اپنی کتاب "انوار البدر" میں شامل کر کے تاثر دے رہے ہیں کہ یہ چودھویں کے چاند کی طرح نورانیت سے بھرپور ہے۔

حاصل یہ کہ ابن خزیمہ کی سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث وائل غیر مقلدانہ اصولوں کے پیشِ نظر تین وجوہ سے ضعیف ہے۔ اور اسی روایت کو اُن کے متعدد مصنفین نے سب سے زیادہ صحیح کہا ہے۔ جب سب سے زیادہ صحیح روایت کا حال یہ ہے، تو باقیوں کا کیا حال ہو گا؟

مزید تفصیل کے لئے مولانا شہزاد علی صاحب حفظہ اللہ کی اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ بندہ نے اس کے چیدہ

چیدہ مقامات کو دیکھا تو اُن کی محنت کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر جب کہ یہ بھی معلوم ہے کہ مولانا کی فراغت کو ابھی ایک سال ہوا یعنی نوعمری میں ہی انہوں نے اتنی تحقیقی کتاب لکھ دی، یقینا یہ اُن کی علم دوستی اور جوانی ہی میں وسعت مطالعہ کی بین دلیل ہے۔ اللھم زد فزد، اللہ اُن کے علمی ذوق کو مزید بڑھائے، آمین۔

البتہ بندہ نے چند مقامات کی بابت انہیں مشورے بھی دیئے ہیں، جنہیں انہوں نے خوش دلی سے قبول کیا ہے۔ کسی کے مشورہ کو پذیرائی دینا وسعت ظرفی کی علامت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول کرے۔ اور اس کا نفع عام فرمائے، آمین۔

رب نواز عفا اللہ عنہ،

مدیر اعلی مجلہ "الفتحیه" احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پاکستان

۲۹/ شعبان ۱۴۴۵ھ

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

غیر مقلدین اور جہاد

غیر مقلدین کے ساتھ جتنے بھی مسائل میں ہمارا اختلاف ہیں ان تمام میں ہم دفاعی پوزیشن کو سنبھال لئے ہوئے ہیں کیونکہ ہمارا مذہبِ حنفی 12سو سال سے چلا آرہاہے جبکہ غیر مقلدین 1857 کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔یقین کیجئے یہ حضرات اپنی تاریخ پیدائش سے لیکر اب تک فقہ حنفی اور ائمہ کرام کو مطعون بنانے کیلئے ایڑی چھوٹی کازور لگاتے آرہے ہیں۔لیکن بالاخر شکست انکی مقدر میں لکھی جاچکی ہیں۔

جہاد کے حوالے سے بحمد اللہ احناف کے کارنامے پورے عالم میں مشہور ہے مگر غیر مقلدین اس مسئلے میں بھی کوشش یہ کرتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح احناف کو بدنام کیاجائے،اسی لئے یہ حضرات احناف کے بعض جید علمائے کرام پہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ جہاد باور مسلمانوں کے مخالف تھے انگریزوں سے باقاعدہ تنخواہ وصول کرتے تھے کہتے ہیں کہ جہاد تو ہم نے کیا تھا اور اُس وقت انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد بھی ہمارے علمائے کرام نے دیا تھا۔

آئیں:آج ہم غیر مقلدین کے 1857 کے جنگ آزادی کی پوری کہانی اور روس وامریکہ کا افغانستان پر یلغار کے وقت ان حضرات کا جہادی صفوف میں مجاہدین کے ساتھ سیاہ کارنامے تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے تاکہ پتہ چلے جہاد کون کرتا تھا،مجاہدین کون تھے اور باغی کون؟

غیر مقلدین نے جنگ آزادی 1857 میں یہ کردار ادا کیا کہ ایک طرف تو مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہے اور فتویٰ جہاد پر دستخط بھی کر دیا مگر دلی طور پر انگریزوں کا پورا پورا ساتھ دیا۔پروفیسر ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے دستخط کرنے کے باوجود سرکار انگریز کے وفادار رہے،انہوں نے انگریزوں کو چھپایا،جاسوسی کے فرائض سرانجام دئے اور تحریک آزادی کی مخالفت کی،ان میں یہ حضرات ہیں:شیخ الکل میاں سید محمد نزیر حسین،شمس العلماء مولوی ضیاء الدین،مولوی سید محبوب علی جعفری،مفتی صدرالدین،مولوی حفیظ اللہ خان۔(جنگ آزادی ص409)

اور مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن صاحب لکھتے ہیں:

”زمانہ غدر ہندوستان میں ہمارے سب چھوٹے بڑے سرکار انگریز کے خیر خوار ہے۔“

(ترجمان وہابیہ ص5)

دیکھئے صاف اقرار کر رہا ہے کہ ہمارے تمام حضرات چاہے چھوٹے ہو یا بڑے سارے کے سارے انگریز کے وفادار رہے۔ آگے مقلدین پر کس انداز سے طعن کر رہا ہے نواب صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اور اگر کوئی بدخواہ بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص کو ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آتا ہے جما ہوا ہے۔“

(ترجمان وہابیہ ص 5)

اب ظاہر بات ہے کسی خاص مذہب کا التزام مقلدین یعنی احناف ہی کرتے ہیں، نواب صدیق حسن خان صاحب نے اقرار کر ہی کیا کہ انگریز کے بدخواہ اور مخالف مذہبی یعنی احناف ہی رہے ہیں۔

مشہور وہابی عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے "رسائل الاقتصاد فی مسائل الجھاد" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس کی سب غیر مقلدین نے تائید کی، اس میں انگریزوں کے خلاف جھاد کو حرام قرار دیا، جنگ آزادی لڑنے والے مجاہدین کو باغی، مذہبی دیوانے اور دوزخی قرار دیا اور اپنی جماعت کی انگریز کے ساتھ وفاداری کا بار بار اعلان کیا، یہ رسالہ آج بھی چھپا ہوا ملتا ہے۔ مولوی عبد المجید خادم سوہدروی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ:

”مولوی محمد حسین بٹالوی نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ص372)

یہاں تک تو 1857ء کے جنگ آزادی کی کہانی تھی۔ اب آتے ہیں روس اور امریکہ کے ساتھ جہاد کی طرف۔ میرے سامنے اس وقت مشہور جرنلسٹ صحافی عبد الرحیم مسلم دوست غیر مقلد کی کتاب بنام "گوانتاناموکی ٹوٹی زنجیریں" پڑی ہوئی ہے۔ موصوف افغانستان صوبہ ننگرہار ضلع کوٹ کے رہنے والے ہیں۔ 37 کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ پشاور کے خفیہ عقوبت خانوں سے لیکر باگرام قندہار اور گوانتاناموکے سخت جیلوں میں ساڑے تین سال قید و بند گزار چکے ہیں۔ موصوف روس جہاد کے حوالے سے غیر مقلدین کے متعلق لکھتے ہیں کہ تاریخ کے اس طول و عرض میں مطابق 1405ھ قمری سال "الجماعة السلفیه" کے نام ایک چھوٹی سی جماعت کی بنیاد رکھی گئی کچھ عرصہ بعد میں یہ نام تبدیل کر کے جماعۃ الدعوۃ رکھ دیا۔ مسلم دوست صاحب لکھتے ہیں کہ ہم بھی اُن لوگوں میں سے تھے جو جماعۃ الدعوہ کے اس خوبصورت نام سے دھوکہ کھا کر اسمیں شامل ہوئے تھے لیکن اس تنظیم نے عرب ممالک سے کتابوں، مدرسوں، اسلامی دعوت، مسجدوں، بیواؤں، یتیموں اور دوسری فلاحی کاموں کے نام پر بہت سا پیسہ اکٹھا کیا اور اس ساری رقم کو اپنے اپنے ذاتی اکاؤنٹوں میں جمع کیا۔ یہ الفاظ قابل غور ہے کہ

ساری رقم کو اپنے اپنے ذاتی اکاؤنٹوں میں جمع کیا۔ جی ہاں ان کا مقصد ہی ریال اور ڈالر جمع کرنا ہے نہ کہ جہاد۔

آگے جماعۃ الدعوہ کے تین افراد کے متعلق ایک انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

حکومت کیلئے سمگلنگ، سیاسی قتل اور جاسوسی کے تمام امور اس مثلث خبیثہ کے سپر د تھے۔ یہاں تک کہ یہودی پلان میں (مشہور عرب مجاہد) شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ کے قتل کا منصوبہ بھی اس تنظیم کو سونپ دیا گیا تھا۔ جسکی چند دن ہی میں شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ کو ریموٹ کنٹرول بم دھماکے میں شہید کر دیا گیا۔

(گوانتاناموکی روٹی زنجیریں ص19 تا ص23)

یہاں تک روس کے ساتھ جہاد میں غیر مقلدین کے کرتوت تھے۔

اب آتے ہیں حالاً قابض یعنی امریکہ کے ساتھ جہاد کے وقت میں انکی بدنام کارگزاری کی طرف۔ غیر مقلد صحافی جناب عبد الرحیم مسلم دوست صاحب لکھتے ہیں:

"امریکہ نے افغانستان پر حملے سے پہلے پاکستان کو کہاکہ ہمیں ایسے افغانوں کی نشاندھی کیجئے جو افغانستان میں ہمارے لئے کام کریں یہ بات ہمیں جماعۃ الدعوۃ کے قریبی اور کلیدی اشخاص نے بتائی ہے، ایجنسیوں نے اپنی کٹھ پتلی جماعت جماعہ الدعوۃ کے کچھ مخلص افراد کی فہرست امریکہ کے حوالے کی، امریکہ نے ان افراد کو اپنے خفیہ اداروں میں متعین کیا۔ انہوں نے اُنہیں یقین دلایا کہ ہم تمہارے لئے کام کریں گے۔"

آگے لکھتے ہیں:

"انہوں نے امریکہ سے ایک سو پچاس ملین ڈالر سینکڑوں سٹیلائٹ فون اور دوسرے وسائل حاصل کئے۔ افغانستان پر امریکی حملے کے وقت پاکستانی اور افغانی جماعۃ الدعوۃ والے دوسرے دھوکوں اور فریب کے علاوہ عرب اور دوسرے غیر ملکی افراد کے پکڑنے کیلئے متحریک ہوئے اور یوں ڈالر حاصل کرنے کیلئے مسلم فروشی کی تجارت کا نیا باب کھولا۔

افغانی جماعۃ الدعوۃ اور پاکستانی جماعۃ الدعوۃ نے آپس میں مل کر عربوں اور دوسرے غیر ملکیوں کے ساتھ تین طرح کی چال چلائی، بعضوں کو بتایا کہ ٹیلی فون کے ذریعے اپنے اپنے گھروں سے

بڑی رقم طلب کریں اور یوں اُنہیں حکومت کے ذریعے ایئر پورٹ کے مخصوص دروازوں اور دوسرے راستوں سے نکال دیا جبکہ غریب اور نادار عربوں کو امریکہ کے حوالہ کیا۔"

(گوانتاناموکی روٹی زنجیریں ص24 تا25)

یہ ہے نام نہاد اہلحدیث حضرات کی جہاد، جماعۃ الدعوۃ جیسے خوبصورت نام سے نوجوانوں کو ورغلاتے ہیں جسکی درحقیقت ان حضرات کی سعی وکوشش جہاد للہ نہیں بلکہ جہاد للریال والدنانیر ہی ہے۔

آگے یہ غیر مقلد صحافی " جماعۃ الدعوۃ کیلئے گوانتانامو میں بددعائیں" کے نام سے ایک عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

"قیدی ہمیشہ پورے خلوص کے ساتھ دعائیں مانگتے اور نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے۔تمام کفار، مشرکین اور عرب وعجم کے منافقین، جاسوسی اداروں، جاسوسوں اور اُن لوگوں کو بددعائیں دیتے جو مسلمانوں سے خیانت کے مرتکب ہوئے اور بے گناہ لوگوں کو امریکہ کے ہاتھوں فروخت کیا.... افغانی جماعۃ الدعوۃ نے سینکڑوں عرب اور دیگر بے گناہ افراد امریکیوں پر فروخت کئے اور پاکستانی جماعۃ الدعوۃ نے ابوزبیدہ، یاسر الجزائری اور دیگر عرب اپنے ساتھ رکھے ہوئے تھے اور انہیں امریکیوں پر فروخت کیا۔

لشکر طیبہ (جسے پاکستان میں اب جماعۃ الدعوۃ کہا جاتا ہے) کے بعض افراد جو اُن کی خیانتوں کی وجہ سے ان سے الگ ہوئے انہوں نے ہمیں بتایا کہ ابو زبیدہ کے پاس ایک ارب اٹھارہ کروڑ روپے تھے جو اس نے لشکر طیبہ یعنی جماعۃ الدعوۃ کے پاس امانت رکھے تھے لشکر طیبہ نے یہ رقم بھی ہضم کرلی مزید ستم یہ کہ امریکہ وپاکستانی انٹیلی جنس ادارے اور مشرف حکومت سے بھی انکے عوض بڑی مقدار میں روپے وصول کئے اور یوں بڑی خیانت کے مرتکب ہوئے۔"

(گوانتاناموکی ٹوٹی زنجیریں ص159)

اس کے علاوہ آج کل امریکہ کی سرپرستی میں داعش کے نام سے غیر مقلدین ہی طالبان کے خلاف لڑتے ہیں بلکہ جلال آباد میں سینکڑوں علماء کرام اور عوام الناس کو شہید کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے امت مسلمہ کو نجات نصیب فرمائے۔ آمین

مولانا بلال درویش صاحب حفظہ اللہ

مناظرہ اور علمی نقد: دین کی حفاظت کا ایک ناگزیر ذریعہ

اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ حق اور باطل کے مابین علمی معرکے جاری رہے ہیں۔ جب بھی کوئی نیا فتنہ سر اٹھاتا، تو اہلِ حق علماء دلیل، حکمت اور بصیرت کے ساتھ اس کا رد کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام ہر دور میں اپنی خالص صورت میں محفوظ رہا۔

مناظرہ اور علمی نقد کی ضرورت

مناظرہ اور علمی نقد محض مباحثہ یا کسی کی تردید کا نام نہیں، بلکہ یہ دین کی حفاظت اور خالص عقائد کی ترویج کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اگر علمی نقد نہ ہو، تو باطل نظریات کو روکنا ممکن نہیں رہتا اور امت گمراہی میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین کے سچے وارث ہمیشہ دلیل کے میدان میں ڈٹے رہے اور ہر اس نظریے کا رد کیا جو اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف تھا۔ علمائے کرام نے نہ صرف دیگر مسالک اور گمراہ فرقوں کے اعتراضات کے جوابات دیے، بلکہ اپنے ہی حلقے میں اگر کوئی خلافِ حق بات ہوئی، تو اسے بھی نظر انداز نہیں کیا۔ یہی وہ جرأتِ ایمانی ہے جو ایک حقیقی عالمِ دین کی پہچان ہے۔

علمائے اہل سنت اور ان کی بے باکی

اہل سنت والجماعت کے جلیل القدر علماء میں سے شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ، شہید اسلام محمد یوسف لدھیانویؒ اور قائد اہل سنت قاضی مظہر حسینؒ کی زندگیاں اس بات کی روشن مثال ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا، چاہے اس کے لیے انہیں اپنے ہم مسلک علماء کی مخالفت ہی کیوں نہ جھیلنی پڑی۔

یہ علماء صرف دفاعِ مسلک میں ہی نہیں، بلکہ اصلاحِ امت میں بھی پیش پیش رہے۔ ان کا مقصد محض کسی کو نیچا دکھانا یا بحث و تکرار نہیں تھا، بلکہ دین کی اصل تعلیمات کو واضح کرنا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر کسی بھی باطل نظریے کو نظر انداز کر دیا جائے تو وہ آہستہ آہستہ ایک بڑے فتنے کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

"وجادلهم بالتي هي احسن": حکمت اور نرمی کا اصول

دلیل اور مناظرہ کا ایک بنیادی اصول "وَجَادِلۡهُم بِالَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ" (اور ان سے بہترین طریقے سے

مناظرہ کرو) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی علمی اختلاف میں سختی اور بد اخلاقی کے بجائے، شائستگی اور حکمت کو اپنایا جائے۔

بد قسمتی سے بعض لوگ مناظرہ اور علمی اختلاف کو ذاتی عناد بنا لیتے ہیں، جس کی وجہ سے امت میں انتشار پھیلتا ہے۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ دلیل کے ساتھ گفتگو کی جائے، بدگمانی اور الزام تراشی سے بچا جائے، اور اگر کسی کی بات میں سچائی ہو تو اسے قبول کرنے میں بھی تنگ نظری نہ برتی جائے۔

مناظرین پر تنقید اور اس کا صحیح دائرہ

بعض لوگ مناظرین کی جزوی کمزوریوں کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف صف آراء ہو جاتے ہیں اور دین کے ان محافظین کو برا بھلا کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مناظرین کے طرزِ استدلال، طریقۂ گفتگو اور اندازِ تبلیغ سے اختلاف ممکن ہے، لیکن بعض اوقات دین کی مصلحت کے تحت سخت لہجہ بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔

ناصحین کو چاہیے کہ وہ خود بھی حکمت، نرمی اور اخلاص کے ساتھ اصلاح کریں، نہ کہ وہی سخت لب و لہجہ اختیار کریں جس پر وہ دوسروں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اگر کوئی اصلاح کرنا چاہتا ہے، تو اس کی زبان داعیوں کی زبان ہونی چاہیے، ناقدین کی نہیں۔

جب کوئی نصیحت مناظرانہ اور ناقدانہ انداز میں کی جائے، اور اس کے ساتھ طعن و تشنیع اور الزامات کی بوچھاڑ بھی ہو، تو کیا ایسی نصیحت کسی پر اثر انداز ہو سکتی ہے؟ یقینی طور پر نہیں! اس لیے ضروری ہے کہ تنقید برائے اصلاح ہو، نہ کہ تنقید برائے تخریب۔

خلاصۂ کلام

حق کی حفاظت کے لیے علمی نقد اور مناظرہ ناگزیر ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سچائی کو ہر حال میں قبول کریں اور اگر کہیں کسی اپنے ہی ہم مسلک کی بات خلافِ حق ہو، تو مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کی اصلاح کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل حق مناظرین کی حفاظت فرمائے، بالخصوص مفتی ندیم محمودی صاحب اور ان کی جماعت "نوجوانانِ احناف" کے تمام مناظرین و معاونین کی، اور ہمیں دین کی خدمت حکمت، بصیرت اور نرمی کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1)اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2)علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3)تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱:امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲:قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳:حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴:بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵:شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4)مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو،ان کا حوالہ ضرور دیں۔ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5)ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6)مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258